سدرہ سحر عمران

مکمل ناول

پیلی ٹیکسی ایک جھٹکے کے ساتھ سیاہ گیٹ کے سامنے رک چکی تھی۔ وہ یکلخت حقیقت کی دنیا میں واپس آئی اور سامنے کھڑی بے حد شاندار عمارت پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھر سے جلنے لگیں۔ وہ یہاں کبھی نہیں آنا چاہتی تھی۔ مگر...

"باجی! جلدی اترو... امار ٹائم خراب مت کرو۔"

بدلحاظ سا ڈرائیور بے زاری سے بولا تو وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی پھر جھک کر بوسیدہ سا بیگ بھی کھینچ کر نکالا۔ جس کا وزن محض کتابوں کی وجہ سے ہی زیادہ ہو رہا تھا۔ دوپہر دو بجے کا وقت تھا۔ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ سر پر چمک رہا تھا۔ بیگ اٹھا کر وہ گیٹ کے قریب چلی آئی۔ پورا گیٹ سرسبز بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے کال بیل کی تلاش میں نظریں دوڑائیں مگر سرسبز پتوں کی اوٹ میں لگی بیل اسے نظر ہی نہیں آئی۔

تپتے ہوئے گیٹ پر دستک دے کر وہ ماتھے سے پسینہ پونچھنے لگی۔ دو تین بار دستک کے باوجود کسی ذی روح کے آثار نظر نہ آئے تو اس نے ذرا سا اچک کر گیٹ کی سلاخوں میں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔

"اے محترمہ! دن دیہاڑے شرفاء کے گھر میں جھانکنا کس قدر غیر مہذب فعل ہے آپ کو علم نہیں ہے شاید... شکل تو آپ کی کسی حد تک ڈاکو رانی سے بھی ملتی ہے لیکن دھیان رہے ہمارے ماموں ڈی ایس پی ہیں۔" دفعتاً ایک اجنبی مردانہ آواز اس کے عقب میں گونجی تھی۔

وہ بری طرح بوکھلا کر پلٹی۔ بلیو جینز اور لائننگ والی شرٹ میں ملبوس وہ اٹھارہ انیس سالہ نوجوان جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے خاصے مشکوک نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"لیکن اس قدر مفلوک الحال بیگ آپ کے خوب صورت قدموں کے پاس پڑا تو کوئی اور ہی کہانی سنا رہا ہے۔ ڈاکو رانیاں ایسے تو نہیں آتیں۔ شاید آپ... مگر نہیں یہ تو عمرو عیار کی زنبیل کی طرح لبالب بھرا ہوا ہے۔ ارے کہیں آپ سیلز گرل تو نہیں مگر چہرے پر تو

اس قدر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ لگتا ہے.... آپ شاید کچھ کہنا چاہ رہی ہیں۔" اس کے مسلسل کھلتے بند ہوتے لبوں کو دیکھ کر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا۔

"جی.... آپ غلط سمجھ رہے ہیں میں تو.... یہ ارسلان گردیزی کا گھر نہیں ہے کیا؟"

اس کی شکل سے واقعی بے بسی ٹپک رہی تھی۔ دھوپ کی شدت کے باعث چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"آپ ان کی...." اسے اس کی معصوم صورت پر آخر کار ترس آ ہی گیا۔

"میں بیٹی ہوں ان کی۔" ہونٹ چباتے ہوئے بالآخر اس نے بتایا۔

"بیٹی؟" وہ اچھلا۔

"ارے کہیں آپ حمائل گردیزی تو نہیں ہیں؟ ہماری سو کالڈ کزن جو اتوار کو آنے والی تھیں مگر آج تو منگل ہے۔ آپ کا پلین چار دن پہلے ہی لینڈ کر گیا' اینی وے آئی ایم محسن گردیزی۔"

"پلیز! آپ مجھے اندر جانے کی اجازت دیں گے۔ میرا بی پی لو ہو رہا ہے۔" اسے کیا خبر تھی کہ جاتے ہی ایسی تفتیش کا سامنا ہوگا۔ ورنہ پہلے سے اطلاع ضرور کر دیتی۔

"کوئی بات نہیں اندر ڈاکٹر صاحب موجود ہیں۔ ویسے اگر میں اتفاقاً "یہ سی ڈیز لینے باہر نہیں نکلتا تو آپ کو شام تک مسلسل دستک دینا پڑتی۔" گیٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر اس نے ہک نکالا تو گیٹ فوراً "ہی وا ہو گیا۔

"اُفوہ اگر یہی طریقہ مجھے بھی آتا تو...." دوپٹے سے چہرہ پونچھتے ہوئے وہ بیگ اٹھانے کو جھکی مگر اس نے موقع نہیں دیا۔

"اتنی نازک سی تو ہیں آپ.... اتنا بھاری بھرکم بیگ اٹھا کر کہیں کندھا ہی نہ اتر جائے۔" سیاہ بیگ کندھے پر لاد کر وہ اندر داخل ہوا تو وہ بھی اس کی پیچھے لپکی۔

"یہ بیگ میرے ساتھ کراچی سے ہے۔ اور اسے میں نے ہی اٹھایا ہے۔"

"ایکسکیوزمی.... میرا دل اس وقت آپ کی تعریف کرنے کو قطعی نہیں چاہ رہا۔ ازارہ کرم گیٹ بند کر دیں۔ ڈاکو رانی حقیقت میں بھی آ سکتی ہے۔" حمائل نے خجل سی ہو کر گیٹ بند کیا۔

"یہ ڈیفنس کا علاقہ ہے یہاں مہمان صرف شام کو آتے ہیں۔ اصولاً" آپ کو بیل دینا چاہیے تھی۔" جالی کا دروازہ کھول کر وہ بڑے سے ہال کمرے میں داخل ہوا پھر بیگ سائیڈ پہ رکھ کر اس نے فل اسپیڈ میں تینوں پنکھے کھول دیے۔

"وہ مجھے نظر نہیں آئی۔" عام سی سیاہ چپل سے گلابی پاؤں آزاد کرتے ہوئے اس نے دبیز قالین پر پاؤں رکھے تو وہ اندر تک دھنس گئے۔

"یعنی آپ کی آئی سائیڈ ویک ہے۔ ویسے گلاسز کیوں نہیں یوز کرتیں آپ.... طاہرہ خاتون! ذرا بات سنیں گی۔" یکایک کچن کی طرف منہ کر کے اس نے ہانک لگائی۔

"آ رہی ہوں صیب!" طاہرہ بھاگی آئی وہ چالیس پینتالیس سال کی سانولی سلونی ملازمہ تھی

"کیا لیں گی آپ؟ سوفٹ ڈرنک یا ایپل شیک؟"

"وہ...." اسے سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔

"وہ.... "یہ نیو برانڈ یقیناً" میں نے کبھی نہیں پی۔ آپ فی الحال سوفٹ ڈرنک لے آئیں۔ ہری اَپ۔" اگلا جملہ اس نے طاہرہ سے کہا۔

"اوہ ماڈل ۱۹۷۰ء...." اسی وقت سامنے کی سیڑھیوں سے ایک اور نمونہ آتا دکھائی دیا جس نے آتے ہی اس پر کمنٹ پاس کیا۔

"یہ مینا کماری کہاں سے آئی؟" ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس وہ نوجوان شاید اس کا بڑا بھائی تھا۔

"خود ہی اڑ کر آئی ہیں۔ احسن گردیزی!" کہتے ہوئے دلکشی سے مسکرایا۔

"ہیلو...." احسن نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ سٹپٹا کر محسن کو دیکھنے لگی۔

"کم آن برادر! تم شاید بھول گئے ہو کہ یہ ماڈل

۱۹۷۰ء ہے۔"

"اوہ...." احسن نے لب سکوڑے۔

"یور گڈ نیم پلیز...." اس کے سامنے سنگل صوفے پر بیٹھ کر احسن نے دونوں پاؤں سینٹرل ٹیبل پر رکھ لیے۔

"حمائل...." دھیرے سے نام بتا کر اس نے طاہرہ کے ہاتھ سے گلاس پکڑا۔

"حما.... ئل.... آ بیوٹی فل نیم...." پیپسی کا سپ لیتے ہوئے اس نے توصیفی انداز میں بھنویں چڑھائیں۔

"لائک یو...."

"ارسلان گردیزی کہاں ہوں گے اس وقت؟" اس کے انداز سے خائف ہو کر وہ محسن سے پوچھنے لگی۔ احسن کے مقابلے میں وہ اسے اچھا لگا تھا۔

"یہ چاچو کا آفس ٹائم ہے۔ شبانہ چچی ایک سیمینار کے سلسلے میں آؤٹ آف سٹی ہیں۔ آپ اپنی سسٹر سے ملنا چاہیں تو سیکنڈ فلور پہ تیسرا کمرہ ان کا ہی ہے۔"

"یہ چاچو کی گیسٹ ہیں؟" احسن حیران ہوا تھا۔

"نہیں' ان کی بیٹی ہیں...."

"یو مین ڈاٹر.... امیزنگ...." وہ عجیب سے انداز میں ہنسا۔ "وریشہ کی سسٹر۔" اسے شاید یقین نہیں آیا۔

"آپ آئیں.... میں آپ کو گیسٹ روم تک پہنچا دیتا ہوں۔ وریشہ شاید بزی ہوں اس وقت۔ آپ بھی یقیناً" پہلے فریش ہونا چاہیں گی۔"

"جی...." وہ فوراً" ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

✡ ✡ ✡

"تمہیں انفارم کرنا چاہیے تھا۔ میں پلین کی ٹکٹ ریزرو کروا دیتا' بلکہ میں خود تمہیں لینے آنے والا تھا۔ تمہارے ایگزامز کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔ ٹرین کا سفر تو بہت طویل اور تھکا دینے والا ہوتا ہے۔" ارسلان گردیزی فروٹ ٹرائفل سے بھرپور انصاف کرتے ہوئے اس سے محبت جتا رہے تھے۔ وہ محبت جو گزشتہ انیس برسوں سے جانے کہاں سوئی ہوئی تھی۔

(آپ ایک ٹرین کی بات کر رہے ہیں' میں تو زندگی بھر کا طویل اور تھکا دینے والا سفر کر کے یہاں آئی ہوں۔ کاش کہ) کانٹے سے چکن کا ٹکڑا گودتے ہوئے اس نے تلخی سے سوچا۔

"مجھے عادت ہے پاپا! ایسے طویل اور تھکا دینے والے سفر کی...." وریشہ کی دیکھا دیکھی اس نے "پاپا" کا لفظ استعمال کیا تھا ان کے لیے۔ ورنہ وہ تو الجھ رہی تھی کہ انہیں کیسے مخاطب کرے اس شخص کو جو کہنے کو اس کا باپ تھا مگر اس نے کبھی اسے بیٹی کا حق دیا ہی نہیں تھا۔ اس کے جواب پر انہوں نے بے ساختہ اسے چونک کر دیکھا اور پھر پھیکی سی ہنسی ہنس دیے۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"اپنی ممی سے تو تم تھرس ڈے (جمعرات) کو ہی مل سکو گی۔ وریشہ اور عبیر سے تو ملاقات ہو ہی گئی ہے' آئی ہوپ کہ وری اور عبیر اپنی آپی کو کمپنی دیں گے۔ وریشہ سے بڑا عظام اسٹیٹس میں ہوتا ہے۔" نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے انہوں نے چہرے کے مختلف زاویے بناتی وریشہ کو دیکھا' عبیر البتہ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"فرسٹ فلور پہ تمہارے تایا جان کی فیملی ہے۔ احسن' محسن' مونس تمہارے کزنز.... کافی فرینڈلی اور جولی نیچر ہے ان کی۔ ان کی کمپنی میں تم بوریت محسوس نہیں کرو گی۔ تمہارے تایا جان اور زوبیہ آنٹی لندن ٹور پہ گئے ہیں۔ او کے۔" اپنی بات مکمل کرتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آج تو تم ریسٹ کرنا چاہو گی کل تفصیل سے بات ہو گی۔" اس کا سر ہولے سے تھپتھپا کر وہ اپنے بیڈ روم میں چلے گئے۔ وہ نم پلکیں لیے خاموش بیٹھی رہ گئی تھی۔

"ہیلو؟ کہاں ہیں؟" عبیر نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"یقیناً" پاپا کے بی ہیویر سے ہرٹ ہو رہی ہوں گی۔ اتنے سالوں بعد ملی ہیں آپ ان سے.... اور اتنا فارمل

بی ہیویر' لیکن یہ اسٹائل ہے ان کا۔ وہ سب کے ساتھ ایسے ہی بی ہیو کرتے ہیں۔ دل پہ لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ بور ژوا کلاس کا لیونگ اسٹائل ہے۔ ہیلو ہائے او کے بائے۔" وریشہ کی نسبت عبیرہ کافی خوش مزاج لگ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔ وریشہ جا چکی تھی۔

"آپ کو کافی بنانا آتی ہے؟ نہیں آتی تو سیکھ لیں۔ عبیرہ کے ساتھ رہنا ہے تو کافی بنانا سیکھنا پڑے گا۔ کافی کا ایک کپ دے کر تم چاہے اس سے آسمان سے تارے تڑوا لو' لا دے گا۔" محسن بے تکلفی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"لیکن سوچنے کی بات ہے۔ آپی تاروں کا کریں گی کیا؟"

"آنچل میں ٹانک لیں گی۔ تم لاؤ تو۔"

"میں کافی بنا دیتی ہوں۔" وہ برتن سمیٹتے ہوئے بولی۔

"ویسے تو یہ میراں کی ذمہ داری ہے۔ جو کافی کے نام پر جوشاندہ پلاتی ہے مجھے لیکن آج آپ کے ہاتھ کی پی کر دیکھتے ہیں۔ ویسے آپ کو پسند ہے کافی۔"

"نہیں..... لیکن بنانی آتی ہے..... کچن کس سائیڈ پہ ہے؟" وہ کچھ کہتے کہتے رہ گئی۔

"لیفٹ سائیڈ پہ..... ایک کپ مجھے بھی۔" محسن نے جلدی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ پنک اور گرے کنٹراسٹ سے مزین کشادہ گیسٹ روم میں جہازی سائز بیڈ پر نیم دراز بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ کل آٹھ بجے جب وہ سونے کے لیے لیٹی تو صبح گیارہ بجے آنکھ کھلی تھی۔ وریشہ اور عبیرہ کالج جا چکے تھے اور ارسلان گردیزی آفس۔ پورا گھر سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ میراں ڈسٹنگ کر رہی تھی۔ وہ اپنے لیے سادہ سا ناشتہ بنا کر کمرے میں ہی لے آئی تھی۔ پھر وارڈ روب میں اپنے کپڑے ہینگ کرنے کے بعد اس نے ریک میں کتابیں سمیٹ کر رکھیں اور اب یونہی کسلمندی سے لیٹی پلاسٹر آف پیرس سے ڈیزائن کی گئی خوب صورت چھت کو توصیفی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کام سے بور ہوئی تو سائیڈ ٹیبل پہ اوندھی رکھی تصویر کو اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"تو اب یہ طے ہوا کہ میں آپ کی زندگی میں کہیں بھی نہیں تھی۔ میں تو اس عام سے گھر کا بہت عام سا حصہ تھی، جو آپ کی نگاہِ التفات کو آپ کی محبت سمجھ بیٹھی تھی..... بچپن سے سہی۔ بہت کم عمری سے ہی میں نے آپ کی عام سی نگاہ کو بھی اپنے لیے خاص سمجھنا شروع کر دیا تھا، کتنی احمق تھی نا میں..... اور وہ نانو سے کیا گیا بودا سا وعدہ۔ وہ آپ کو کہاں یاد رہا ہوگا۔ یہ تو میں ہی تھی جس نے ہمیشہ اس بے نام سے بندھن کو اپنی زندگی کا حاصل جانا۔

اور اب میں آپ کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے نکل آئی ہوں زوار احمد! آپ تو بہت خوش ہوں گے نا..... بے کار کی ٹینشن سے جان چھوٹی۔" سیاہ آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔

"میں نے کچھ نہیں لیا آپ کے گھر سے مگر زادِ راہ کے طور پر یہ تصویر ضرور اٹھا لائی۔ اچھا نہ لگے تو معاف کر دیجیے گا۔" اس کا ذہن ماضی کی بھول بھلیوں میں الجھنے لگا تھا۔ فریم کا شفاف شیشہ نمکین آنسوؤں سے بھیگتا چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

وہ بہت چھوٹی سی تھی جب اس چار کمروں کے ڈبل اسٹوری مکان میں آئی تھی۔ یہ گھر اس کے اکلوتے ماموں وقار احمد کی ملکیت تھا۔ زونیرہ مامی وہ پہلی عورت تھیں جنہوں نے اس پر ماں جیسی ممتا نچھاور کی تھی۔ اپنی ماں کی تو صورت تو اسے یاد بھی نہیں تھی کہ اس کی پیدائش کے کچھ دیر بعد ہی ان کی زندگی کی ڈور ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اس کی ماں سے اس کے باپ ارسلان گردیزی نے لو میرج کی تھی۔ اس کے دادا دادی ایک ایکسیڈنٹ میں بہت پہلے اپنی زندگی ہار چکے تھے۔ اس لیے ظالم سماج کی کوئی دیوار ان کی راہ

وجود بے جان ہو کر آئے تھے۔ اسے موت و زیست کا اتنا ادراک تو نہیں تھا بس وہ زونیرہ اور وقار کو بے تحاشا آوازیں دیتے دیتے ہی رونے لگی تھی۔ اس قدر کہ اس کا گلا بیٹھ گیا تھا مگر اس کے بابا اور امی سفید چادریں اوڑھے بے خبر سوتے رہے۔ نانو پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ زوار کمرے میں بیڈ پر بیٹھا بہت مشکلوں سے اپنی چیخیں ضبط کیے بیٹھا تھا۔

اس کے گرد سب چہرے اجنبی تھے۔ سوائے پڑوسن خالہ فاطمہ اور آنٹی روبینہ کے وہ کسی کو جانتی نہیں تھی۔ اپنوں کی تلاش میں وہ ستونوں کے ارد گرد چکراتی پھر رہی تھی۔ مگر کسی نے اسے چپ نہیں کروایا۔ وہاں تو ہر آنکھ پر نم تھی۔ پھر اس ننھے کے اشک کون پونچھتا۔ روتے روتے اس کا گلا خشک ہونے لگا تو وہ زوار کے کمرے میں چلی آئی۔ بیڈ کے آخری کنارے پہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

"بھائی...!" اس نے اس کے گھنے بالوں والے سر کو ہلایا۔

"بھائی! باہر سب رو کیوں رہے ہیں؟" زوار نے شدت ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا جو آسمانی رنگ کی ملگجی سی فراک میں الجھے بالوں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے بے حد معصوم بھولے بھالے چہرے پر آنسوؤں کی لکیریں تھیں۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔

"بھائی! آپ بھی رو رہے ہو؟" وہ حیران ہوئی۔

"بابا اور امی ابھی سے کیوں سو گئے؟ ابھی تو رات بھی نہیں ہوئی۔ بابا تو شہر سے میرے کھلونے لینے گئے تھے نا اور باربی ڈول بھی۔ امی کو اٹھاؤ نا بھائی! میں نے ان سے گڑیا لینی ہے اپنی' وہ اٹھ کیوں نہیں رہیں؟ مجھ سے ناراض ہیں وہ۔" اس کا شانہ ہلا کر وہ سوال پہ سوال کیے جا رہی تھی۔

"وہ ہمیشہ کے لیے سو گئی ہیں گڑیا! ہم سے ہمیشہ کے لیے ناراض ہو گئے ہیں بابا اور امی۔" اسے بازوؤں میں بھینچتے ہوئے وہ خود پر سے اختیار کھو بیٹھا تھا۔ حمائل اس کی بات سمجھ میں تو نہ آئی تھی مگر وہ اس کے ساتھ ساتھ بلکنے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

تم تو اپنے پاؤں سلامت لے آئے ہو
لیکن مجھ کو راستے آدھا چاٹ گئے

اور پھر اس پکے آنگن والے گھر کے کسی کونے میں اس کا سہما ہوا بچپن خاک بن کر اڑ گیا تھا۔ اس کی لاپروائی اور بے فکری برگد کے پتوں کی طرح بکھر گئی تھی۔ زوار ان دنوں کالج میں ایڈمیشن لے چکا تھا۔ اور وہ ابھی تیری جماعت میں تھی۔ زوار سنجیدہ مزاج تو پہلے بھی تھا مگر والدین کی وفات کے بعد اس نے صرف کتابوں سے دوستی کی تھی۔ اپنے بابا کا جنرل اسٹور اس نے فیاض انکل کے توسط سے کرائے پر چڑھا دیا تھا۔ وقار احمد جب تک زندہ تھے ان کی اچھی گزر بسر ہو جاتی تھی۔

سپر مارکیٹ میں دو دکانیں تھیں ان کی۔ گھر بھی اپنا تھا مگر پھر بارہ ہزار میں مہینہ نکالنے کے لیے نانو کو بہت سوچ بچار کرنی پڑی تھی۔

وہ دونوں ہی مہنگے تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم تھے۔ اس لیے ان کی فیسیں بھی زیادہ تھیں۔ اور ایف ایس سی کرنے کے ساتھ ساتھ شام کے اوقات میں سیلز مینی اور رات کو ٹیوشن پڑھانے لگا تھا۔

اس کی پڑھائی بھی مشکل تھی اور اس کے لیے اسے اکثر راتوں کو جاگنا بھی پڑتا تھا۔ وہ متحمل مزاج تھا اور زندگی کی تلخ حقیقتوں کو قبول کر کے نئے سرے سے زندگی شروع کر چکا تھا مگر حمائل گردیزی..... وہ ابھی کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ کی عمر سے نہیں نکلی تھی۔ اسے ہر بات پر جرح کرنے کی عادت تھی۔ زونیرہ کو اس سے بہت زیادہ محبت تھی اور اسی لاڈ پیار نے حمائل کو ضدی اور اکھڑ مزاج بنا دیا تھا۔ مگر اب اس کے ناز اٹھانے والے زندہ نہ رہے تھے۔

نانو کی نمازیں اور وظیفے لمبے ہو گئے تھے۔ وہ انہیں زیادہ تنگ بھی نہیں کرتی تھی۔ اسے تو زوار بھائی کا دماغ کھانے کی عادت تھی۔ گو کہ اس سانحے سے قبل وہ اکثر اس کے لاڈ اٹھایا کرتا تھا' لیکن اب تو اس کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا تھا۔ صبح کالج کے لیے وہ چھ بجے اٹھ جاتا تھا۔ نماز اس کی زندگی کا لازمی جزو تھی۔ سات بجے وہ ناشتہ تیار کر کے نانو کو ناشتہ کرواتا تھا پھر حمائل کو اٹھا کر باتھ روم میں چھوڑ آتا۔ وہ بہت مشکلوں سے اٹھتی تھی جس کا واحد حل اس کے پاس یہی تھا۔

وہ اس کا یونیفارم پریس کر کے اس کے ہاتھ میں تھما دیتا اور وہ کھینچ تان کر پہن لیتی تھی۔ بعض دفعہ فراک کا رخ الٹا بھی ہو جاتا جسے وہ ماتھے پہ تیوریاں چڑھا کر سیدھا کر دیتا۔

اس کے منہ میں نوالے ڈالتے ہوئے بھی اس کے انداز میں محبت کے بجائے بے زاری ہوتی تھی۔ وہ شاید بھول گیا تھا کہ یہ وہی حمائل ہے جو اس کی گود میں سوار ہو کر نت نئی فرمائشیں کیا کرتی تھی۔

اور جب وہ جیب سے چاکلیٹس نکالتا تو اس کے خوبصورت گلابی لب مسرت سے پھیل جاتے اور اب وہ بھول گیا تھا کہ حمائل چاکلیٹس کی اب بھی اتنی ہی دیوانی ہے۔ جتنی تین چار ماہ قبل تھی۔

وہ کالج سے لوٹتا تو وہ منتظر نظروں سے اس کی طرف دیکھتی مگر وہ جانے کن خیالوں میں اتنا مگن ہوتا کہ اس کی طرف دیکھنا تک بھول جاتا۔ اور پھر وہ بھی اس کی طرف دیکھنا بھول گئی۔

زوار احمد نے اس سے تغافل برتا تھا تو وہ بھی اپنی ذات کے خول میں سمٹتی چلی گئی۔ بہت جلد ہی اس نے اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرنے شروع کر دیے تھے۔ نانو چلنے پھرنے سے معذور تھیں وہ ان کی خوب خدمت کرتی۔ اور بدلے میں بے تحاشا دعائیں سمیٹتی۔

زوار احمد بیتے دنوں کے ساتھ اسے سراسر فراموش کر چکا تھا۔ ہاں بس وہ اس کی اسکول فیس ٹیوشن فیس وغیرہ ادا کر دیتا تھا۔

☼ ☼ ☼

ایف اے میں اس کی فرسٹ ڈویژن تھی۔ وہ بے تحاشا خوش تھی۔ اور بہت دنوں بعد اس نے زوار احمد سے ٹریٹ کی فرمائش کی تھی۔ گہرے سبز کاٹن کے سادہ سے سوٹ میں دوپٹے کو لاپروائی سے کندھوں پہ ڈالے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ زوار احمد نے پی سی شٹ ڈاؤن کرتے ہوئے سرسری سا اس کی سمت نگاہ کی اور پلک جھپکنا بھول گیا۔

"گڑیا! تم اتنی بڑی ہو گئی ہو؟" وہ بے حد حیران تھا۔ اس کی ساڑھے پانچ فٹ کی قامت دیکھ کر..... وہ جھینپ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"اب تم یونیورسٹی گرل بن جاؤ گی..... سو امیزنگ..... آونڈر نیوز....." کتنا بے خبر رہا تھا وہ اس کی ذات سے اسے حیرت ہوئی تھی۔

"کتنے پیسے چاہییں؟" جیب میں سے والٹ نکالتے ہوئے اس نے خود کو حیرت سے باہر نکالا۔

"ون تھاؤزنڈ..... ایکچوئلی بہت بڑا گروپ ہے ہمارا۔ آئی ہوپ آپ تو ٹریٹ دینے والے نہیں ہیں۔" وہ کافی پر اعتماد ہو گئی تھی۔ روتی بسورتی صورت والی حمائل بہت بدل گئی تھی۔

"ون تھاؤزنڈ..... گھر پہ ارینج کرو گی؟" اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"اگر نہیں ہیں تو رہنے دیں۔" وہ واپس پلٹنے لگی۔

"نہیں تم لے لو..... اس نے والٹ میں موجود ہزار کا واحد نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا جو اس نے فون کا بل جمع کروانے کے لیے رکھا تھا۔

"تھینک یو....." اس کا انداز بے تاثر تھا۔ زوار یونہی سر ہلا کر استری اسٹینڈ پہ رکھے کپڑے اٹھا کر ان پر پانی اسپرے کرنے لگا۔ جس طرح وہ اپنے کام خود کرنے کی عادی تھی' اسی طرح زوار بھی اپنے کام خود ہی کر لیتا تھا۔ تاہم کچن کی ذمہ داری ابھی بھی اسی پر تھی' حمائل فقط برتن دھو دیتی یا چائے بنا لیتی۔

"گڑیا! اگر تم فری ہو تو یہ کپڑے پریس کر دو۔"

"لائیں دے دیں..." اس نے خاموشی سے آگے بڑھ کر استری کا سوئچ آن کیا۔ اور لائٹ براؤن کاٹن کی قمیص پر دبا دبا کر استری کرنے لگی۔

✲ ✲ ✲

وہ اکیڈمی سے لوٹا تو گھر میں نسوانی ہنسی اور قہقہوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ٹی وی لاؤنج میں تین چار لڑکیاں صوفے پر دراز نمکو اور چپس کھا رہی تھیں۔ چار میٹرس پر بیٹھی بے تحاشا ہنس رہی تھیں۔ اس کا کمرہ لاؤنج کے عین مقابل تھا' اسی لیے مجبوراً اسے سب کے سامنے سے ہو کر جانا پڑا تھا۔

"السلام علیکم..." گمبھیر آواز میں اس نے سلام کیا تو سب کی ہنسی رُک گئی۔ حمائل صوفے پر دانیہ کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

"والسلام' والسلام..." انہوں نے زور و شور سے جواب دیا۔

"آپ کی تعریف؟" منزہ نے اشتیاق سے اسے دیکھا۔

"مجھے زوار احمد کہتے ہیں۔" وہ کہہ کر کمرے میں چلا گیا۔

"زوار... احمد... ہاؤ ہینڈ سم... پرسنالٹی..." حمائل کی بچی کون ہے یہ؟ بالکل اپالو لگ رہا تھا... دیکھ اس گھنی کو' کتنی ڈیشنگ شخصیت گھر میں چھپا رکھی ہے۔ اور ہوا تک نہیں لگنے دی۔" وہ سب اپنی اپنی کہنے لگی تھیں۔

"کہیں تیرا رائٹ مین تو نہیں ہے یہ...؟"

"اُفوہ... میرے کزن ہیں یہ... مجھ سے نو سال بڑے ہیں بے شرمو۔"

"ہاؤ آئیڈیل ایج ڈفرنس..." شازمہ کو آٹھ نو سال کا ایج ڈفرنس پسند تھا۔

"سچ سچ بتا... کس کی دال میں کالا ہے۔ تیری یا اس کی؟"

"کسی کی دال میں کچھ کالا نہیں ہے۔ تم لوگ زوار بھائی کے بارے میں الٹے سیدھے ریمارکس دینے سے پرہیز کرو... گو کہ میرے کزن ہیں مگر میں انہیں بھائی کہتی ہوں۔"

"کزن' بجن' بھی تو بن جاتے ہیں میری جان اور اتنا ڈیسنٹ ہیرو کسی کو مفت میں مل رہا ہو تو کون کافر ناشکری کرے۔ اف کتنی لکی ہو یار...! ظالم سماج کا رولا بھی نہیں ہے بیچ میں۔"

"شرم کرو تم لوگ... خوامخواہ میں الٹی سیدھی پٹیاں پڑھا رہی ہو اسے۔" آئمہ ان سب میں "مس افلاطون" سمجھی جاتی تھی۔

"بائی دا وے کرتے کیا ہیں موصوف؟" دانیہ نے پھر پوچھا۔

"پتہ نہیں کیا کرتے ہیں۔ میں نے کبھی پوچھا نہیں۔"

"اوہو... یہ ادا یہ ناز یہ انداز آپ کا۔"

"کوالیفکشن کا تو پتہ ہو گا؟"

"ہاں... ماسٹر ان کمپیوٹر سائنس... اب شاید ایم بی اے کر رہے ہیں۔"

"زبردست... پھر تو پہلی فرصت میں تجھے ان کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ احمق لڑکی! اتنی آئیڈیل پرسنالٹی اور تیری بے خبری کا یہ حال... ویسے بھی تو کوئی حسینہ اچک کر لے ہی جائے گی اس سے اچھا..."

"پلیز! ختم کرو ٹاپک..." وہ جھنجلا کر ٹوک گئی۔

"زوار بھائی! بہت بورنگ پرسنالٹی ہیں۔ اپنے آپ میں گم اور بے خبر... ابھی کل مجھے کہہ رہے تھے کہ گڑیا! تم اتنی بڑی ہو گئیں ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے جس شخص کو میرے بڑا ہونے کا علم نہ ہو۔ وہ کس قدر بے پروا شخص ہو گا اندازہ لگا لو..."

"یہی تو ڈیسنٹ انسان کی کوالٹی ہے" شازمہ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر جوش سے کہا۔

"ہونہہ ڈیسنٹ ..." وہ ان سے سخت متنفر تھی۔ جس شخص نے اس سے اس کا سب سے خوبصورت دور... اس کا بچپن اس سے چھین لیا ہو وہ اسے کیسے دل میں جگہ دے سکتی تھی۔

"میری زندگی میں ان کی ذات سے بہت تلخ یادیں وابستہ ہیں۔ امی اور بابا کی ڈیتھ کے بعد انہوں نے میری پروا تو کیا کرنی تھی الٹا میں امی اور بابا کے ساتھ بھائی کی محبت کو بھی ترس گئی۔ اور دوست کو بھی... یتیم و یسیر تو میں بھی ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے سارا جوگ خود لے لیا اور مجھے بکھرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا... ان کی وجہ سے میں وقت سے بہت پہلے بڑی ہو گئی۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

"ایز یو وش..." فائزہ نے کندھے اچکا دیے۔ "تم نہیں چاہتیں تو نہ سہی۔" اور یوں بات ختم ہو گئی مگر یہ محض اس کا خیال تھا۔ بات تو ابھی شروع ہوئی تھی۔

✲ ✲ ✲

حمائل اپنا یونیفارم دھو کر صحن میں پھیلانے آئی تو زوار نک سک سے تیار سیاہ جینز اور میرون ٹی شرٹ میں ملبوس کہیں جا رہا تھا شاید...

"گڑیا! مغرب کے بعد نانو کو ٹیبلٹ دے دینا یاد سے۔ اور دروازہ لاک کر لینا۔ مجھے دیر ہو جائے گی۔" مصروف سے انداز میں بائیک پہ کپڑا پھیرتے ہوئے اس نے ہدایات دیں۔

"آپ کسی فنکشن میں جا رہے ہیں؟"

"ہاں... ازمیر کا ولیمہ ہے آج۔" ازمیر' روبینہ آنٹی کے بیٹے اور زوار بھائی کے بیسٹ فرینڈ تھے۔

"ازمیر بھائی نے تو مجھے بھی انوائٹ کیا تھا۔" اسے یاد آیا تو بولی۔

"ہاں لیکن گھر پہ دادو اکیلی ہو جائیں گی۔" وہ تخت پر تسبیح کرتی دادو کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ... میں تو ویسے بھی ایک ہی جگہ بیٹھی رہتی ہوں۔ کھانا کھا چکی ہوں' وظیفے کے بعد سو جاؤں گی۔ میری طرف سے بے فکر رہو۔"

"میں تیار ہو جاؤں زوار بھائی؟" اس کا دل بے ساختہ مچلا تھا۔

"نہیں..." اس نے صاف انکار کر دیا۔

"لے جاؤ بیٹا...! گھر پر ہی تو رہتی ہے بے چاری سارا دن۔" انہوں نے حمایت کی۔

"پلیز زوار بھائی! لے جائیں نا' میں پانچ منٹ میں تیار ہو جاؤں گی۔"

"ہو جاؤ تیار..." نانو نے اجازت دی تو وہ زوار کی طرف دیکھنے لگی۔ جس کی پیشانی پر شکن تھی۔

"مگر دادو...! میں کہاں اتنی رات کو اسے لیے پھروں گا۔ دس بجے تو ڈنر ہو گا بلکہ..."

"حد ہو گئی بیٹا! کسی کا دل رکھنا بھی نہیں آتا تمہیں..." نانو خفا ہو گئی تھیں۔

"بچی کا دل چاہ رہا ہے تو لے جاؤ۔ اتنی حجت بازی کی کیا ضرورت ہے؟"

"صرف پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔" بادل نخواستہ وہ مان ہی گیا۔

"میں بس ابھی آئی۔" وہ چٹکی بجاتے ہوئے کمرے میں بھاگ گئی۔ اور پانچ منٹ بعد ہی وہ سیاہ نیٹ کے ستاروں والی قمیص اور چوڑی دار پاجامے میں تین گز کا دوپٹہ لیے اس کے سامنے تھی۔ سیاہ سلکی بال چہرے کے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے۔ لائٹ میک اپ کے ساتھ۔ نوخیز حسن کا بانکپن لیے وہ کسی کا بھی ایمان ڈانوا ڈول کر سکتی تھی۔ زوار نظریں چراتے ہوئے بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔

"بیٹھو..." اس نے کہا تو حمائل اچک کر پیچھے بیٹھ گئی اور اس کی شانہ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"بائے بائے' نانو!" اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔

"یہ کیا پاگل پن ہے۔ پیچھے کھسکو۔" وہ سخت جھنجلایا ہوا تھا۔

"فی امان اللہ۔" نانو نے ان پر آیتہ الکرسی پڑھ کر پھونکی۔

"اف زوار بھائی! آہستہ چلائیں میں گر جاؤں گی۔" میرج ہال تک وہ دہائیاں دیتی گئی تھی۔

"واؤ! آبیوٹی فل کپل۔" استقبالیہ میں کھڑی لڑکیوں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ زوار کا موڈ مزید خراب ہو گیا تھا جب کہ وہ روبینہ آنٹی کی بیٹی الماس کو دیکھ کر اس کی طرف دوڑ لگا چکی تھی۔

"ریئلی! مجھے یقین نہیں تھا کہ تم آؤ گی؟" الماس اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

"یقین تو مجھے بھی نہیں تھا۔ بلکہ مجھے تو آج یاد ہی نہیں تھا کہ ازمیر بھائی کا ولیمہ ہے۔ وہ تو زوار بھائی اتنے تیار ہو کر نکلنے لگے تو میں نے یونہی پوچھ لیا۔ انہوں نے تو ناک بھوں چڑھائی' مگر میں نانو کی وجہ سے آگئی۔ صرف پانچ منٹ میں تیار ہوئی ہوں۔"

"پھر بھی اتنی اچھی لگ رہی ہو۔ ویسے تمہیں تیاری کی ضرورت ہے بھی نہیں۔" اس کے لہجے اور نظروں میں ستائش تھی۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ جھینپ کر زوار کو دیکھنے لگی۔ جو ایک طرحدار سی لڑکی کے قریب کھڑا اس کی کسی بات پہ مسکرا رہا تھا۔

"امیزنگ..... زوار بھائی کو مسکرانا بھی آتا ہے۔" وہ بے ساختہ کہہ گئی۔

"ویسے اچھے لگتے ہیں مسکراتے ہوئے۔"

"اچھے تو وہ ہیں ہی۔ لیکن تم ان پر نظر رکھا کرو۔ یہ رومیہ درّانی ہے کرنل درّانی کی بیٹی' بھائی بتا رہے تھے کہ آج کل خاصی مہربان ہے زوار بھائی پر..... اکثر ان کی اکیڈمی میں منڈلاتی رہتی ہے۔" الماس ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"خوب صورت تو خیر تمہارے مقابلے میں کم ہی ہے لیکن گٹس بہت ہیں۔"

"یہ میں کہاں سے آگئی بیچ میں..... زوار بھائی کے گرد منڈلاتی ہے تو منڈلانے دو۔" وہ لاپروائی سے بولی تو الماس نے گھور کر دیکھا۔

"عجیب لڑکی ہو..... منگیتر ہو تم..... تمہیں کوئی پروا ہی نہیں ہے۔"

"منگیتر....." اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "کون کس کا منگیتر؟"

"لو جی..... جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے۔ اسٹوپڈ کو یہ بھی نہیں پتا زوار بھائی' فیانسی ہیں تمہارے احمق لڑکی!"

"تمہیں کس نے کہا؟" اس کا دل اک پل کو سکڑ کر پھیلا تھا۔

"مجھے امی نے بتایا ہے۔ انہیں زونیرو آنٹی نے کہا تھا۔" اسی وقت اسے کسی نے پکار لیا۔

"زونیرو مامی نے۔" وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ ان کے انتقال کو تو نو برس ہو چکے تھے۔

"اسی لیے تو کہتی ہوں نظر رکھا کرو۔ یہ جل پری خاصی تیز چیز ہے۔" الماس کہتے ہوئے چلی گئی۔

"اس کی کمپنی میں کتنے خوش لگ رہے ہیں زوار بھائی! شاید انہیں خبر ہو اس بات کی' اس لیے تو یہ مجھے زیادہ پسند نہیں کرتے۔"

وہ اس کے بے حد وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچتی چلی گئی۔

"کمال ہے' جو بات سب جانتے ہیں مجھے ہی اس کی خبر نہیں۔"

"آبیوٹی فل کپل اس کے ذہن میں کچھ دیر قبل کے ریمارکس سرسرائے تو خوامخواہ ہی اس کے رخسار تپنے لگے تھے۔ پھر اپنی دوستوں کے کمنٹس یاد کرتے ہوئے وہ اس کے بارے میں سوچتی چلی گئی۔

"اکیلی کیوں کھڑی ہو؟ الماس کہاں ہے؟" اس کی نگاہوں کی تپش نے زوار احمد کو باخبر کر دیا تھا' جب ہی رومیہ درّانی سے معذرت کر کے اس کی طرف چلا آیا۔

"وہ..... ابھی تو یہیں تھی۔" اسے بالکل سامنے کھڑا دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی۔ "وہ تو یہیں تھی..... تم کہاں ہو؟" وہ اس کی کھوئی کھوئی کیفیت بھانپ گیا۔

"میں..... کہیں نہیں..... آپ کی فرینڈ چلی گئیں؟"

"کون سی فرینڈ؟"

"جو ابھی آپ کے ساتھ تھیں۔"

"رومیہ کی بات کر رہی ہو....." اسے اک پل کے لیے یوں لگا جیسے اس نے بہت غور سے اسے دیکھا ہو۔

"کیا حال ہے زوار بھائی؟ خاصے چمک رہے ہیں۔" اسی وقت الماس پھر چلی آئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں..... تم کیسی ہو؟" وہ مسکرایا۔
(شاید میرے سامنے ہی مسکرانا بھول جاتے ہیں)

"ایک دم فرسٹ کلاس....." وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"سنا ہے میری دوست کو لے کر نہیں آ رہے تھے آپ؟"

"شکایت لگا بھی دی۔" اس نے حمائل کو دیکھا۔ "اسٹیج فارغ ہو چکا ہے۔ میں ازمیر کے پاس ہوں۔"

"جائیں جائیں' بھائی بلا رہے ہیں آپ کو..... ویسے قسم سے زوار بھائی کی الگ ہی ٹور ہے۔ میری کزنز مسلسل انہیں تاڑ رہی ہیں۔" اس کے جاتے ہی وہ مسکرا کر بولی۔

"اسی لیے تو اتنے پراؤڈی ہیں۔" وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"ان پر سوٹ بھی کرتا ہے۔ ویسے کپل تمہارا زبردست ہے۔ ساتھ کھڑے زبردست لگ رہے تھے۔"

"اچھا چھوڑو اس بات کو....." وہ پہلے کی طرح دل سے تو نہ کہہ سکی تھی مگر بات کا رخ پلٹ گئی۔

"تم اپنے کیپٹن کی سناؤ۔ آئے ہیں ولیمہ میں؟"

"ہک ہاہ..... ہماری ایسی قسمت کہاں؟ پتہ نہیں کہاں کی خاک چھان رہے ہوں گے بے چارے۔" وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بولی تو وہ ہنس پڑی۔

☼ ☼ ☼

ہم اہل خواب کی مجبوریاں سمجھتے ہیں
سو ہم نے کچھ نہ سوچا تیرے خیال کے بعد

دل ایک نئے سمندر سے آشنا ہوا تو دھڑکنیں خود بخود محبت کی سرتال پر گنگنانے لگی تھیں۔ گو کہ وہ اس سے اس کی سنجیدگی اور اپنی ذات سے لاپروائی پر خفا بھی رہتی تھی۔ مگر اب اس کے خیالات بدل چکے تھے کچھ لوگ اس انداز میں مکمل لگتے ہیں۔ بے نیازی ان کی شخصیت میں عجیب سا سحر بھر دیتی ہے۔ اس نے سوچا اور دل کو کدورتوں سے صاف کر لیا۔ بالکل نامحسوس انداز میں وہ اس کی ذات پر حاوی ہوتا چلا گیا تھا۔ اور جب اسے خبر ہوئی تو وہ بس چپکے سے مسکرا دی تھی۔

وہ اسے ایپرن باندھے کچن میں کک کے فرائض سر انجام دیتا اچھا نہیں لگا۔ اور اس نے اس کی شاگردی اختیار کر لی۔

"تھینک گاڈ..... تمہیں بھی خیال آیا۔ وگرنہ میں تو سوچتا تھا کہ ساری عمر کچن میں ہی گزارنی پڑے گی۔ ریئلی پاکستان میں یورپ کے مزے کروا دیے تم نے....." کافی چھینٹتے ہوئے وہ بے حد خوشگوار موڈ میں تھا۔

"ویسے تو مجھے کوکنگ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن آپ بھی تو کچن میں سوٹ نہیں کرتے۔ اسی لیے میں بادل نخواستہ کام کر رہی ہوں۔" "مسالہ نیچے لگ رہا ہے چکن ڈال دو۔ پہلے تھوڑا پانی ڈالو..... تقریباً پندرہ منٹ تک چکن فرائی کرنا۔ اس کے بعد آنچ ہلکی کر کے دم دے دینا۔ یہ رہی تمہاری کافی۔" کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے ایک نظر اس پر ڈالی اور بے ساختہ مسکرا دیا۔ لان کے پرنٹڈ سوٹ میں ایپرن باندھے' الجھے بکھرے بالوں کو کیچر میں دبوچے وہ خاصی گھریلو سی لگ رہی تھی۔ چہرے پر پسینہ بہہ رہا تھا کچھ دیر قبل اس نے آٹا گوندھا تھا جس کے ذرات اس کے چہرے پر بھی لگے ہوئے تھے۔

"تھینک یو....." چکن پتیلے میں ڈال کر اس نے ہاتھ دھوئے اور پھر کافی لے کر سلیب پر ہی چڑھ کر بیٹھ گئی۔ پہلے اسے کافی بالکل پسند نہیں تھی مگر چند روز سے اسے اچھی لگنے لگی تھی۔

دفعتاً "ڈور بیل بجی۔

"میں دیکھتا ہوں۔" اپنا کپ سلیب پر رکھ کر وہ باہر نکل گیا۔

"اتنے حیران کیوں ہو رہے ہیں۔ میں آپ کے گھر نہیں آسکتی کیا؟" نسوانی آواز سن کر وہ حیران ہوتے ہوئے نیچے اتری۔

"آسکتی ہیں' بالکل آسکتی ہیں' رومیہ درّانی کے لیے یہ اتنا مشکل تو نہیں ہے۔" وہ ہنسا تھا۔

"رومیہ درّانی۔" کافی کا ذائقہ بے حد تلخ ہو گیا تھا۔

"آپ شاید بزی تھے؟"

"جی بس..... کوکنگ کی کلاس لے رہا تھا۔" ان کا رخ یقیناً "لاؤنج کی طرف تھا' وہ باہر آگئی۔

"یہ..... آپ کی سسٹر ہیں؟" اسٹائلش سے سوٹ

میں ملبوس وہ اسے دیکھ کر رکی تھی۔

"کون۔۔۔" وہ پلٹا۔ "یہ حمائل گردیزی ہیں۔۔۔ مائی کزن۔"

"کزن۔۔۔" وہ چونک کر اسے بغور دیکھنے لگی۔

"اسی کی کلاس لے رہا تھا میں۔۔۔ گڑیا! ایپرن تو کم از کم اتار دو۔"

"میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔" وہ دوبارہ کچن میں چلی گئی۔ وہ بھی ساتھ ہی آیا تھا۔

"کولڈ ڈرنک ہے فریج میں۔۔۔ اور بلیک فورسٹ کیک جو میں صبح لایا تھا؟"

"کیک آپ میرے لیے لائے تھے' کولڈ ڈرنک ہے فریج میں۔ لے جائیں۔"

"تمہیں اور لادوں گا شام کو۔ کیا سوچے گی رومیہ۔۔۔ کیبنٹ سے ویفرز اور۔۔۔"

"خود ہی نکال لیں۔" وہ چولہا بند کر کے بے حد تلخی سے کہتے ہوئے کمرے کی طرف مڑ گئی۔ وہ حیران کھڑا اس کے خراب موڈ کی وجہ سوچتا رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

"اپنے موڈ کا مالک ہے' تو اسے بے وجہ تنگ نہ کیا کر۔۔۔ بھول گیا ہو گا۔۔۔ ہزار کام کرتا ہے دن میں' فارغ تھوڑا ہی ہوتا ہے۔"

"نانو! آپ بھی ان ہی کی سائیڈ لے رہی ہیں۔" اس نے منہ پھلا لیا۔ "یاد رکھنا چاہیں تو یاد رکھ بھی سکتے ہیں۔ اس رومیہ درانی کا ناول تو بہت یاد رہا۔۔۔"

نانو کی گود میں سر رکھے وہ زوار احمد کی برائیاں کر رہی تھی۔ چہرہ زمین کی طرف تھا' اسی لیے نیلی ہوائی چپل میں مقید بے حد سفید پیروں پر نظر پڑتے ہی خاموش ہو کر لب کا کونا دانتوں تلے دبا لیا۔

"ٹیبل پر ناول رکھا تھا میں نے۔۔۔ تم نے تو نہیں لیا۔" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"میرا ناول لے آئے آپ؟" وہ بیٹھ کر بکھرے بال سمیٹنے لگی۔

"میں نے سوال کا جواب مانگا ہے۔ سوال کے بدلے سوال نہیں۔" "یقیناً" وہ ناول کی تلاش میں خاصا بے زار ہو چکا تھا۔

"میری فرینڈ کو میخائل شولوف بہت پسند ہے۔ وہ پڑھنے کے لیے لے گئی۔" اس نے اطلاع دی۔

"گڑیا! تم کب بڑی ہو گی؟ رومیہ درانی نے مجھ سے وہ ناول منگوایا تھا۔۔۔ بمشکل ٹائم نکال کر میں جس طرح لایا۔۔۔"

"رومیہ درانی خود نہیں لا سکتی ناول۔۔۔ ویسے تو سارے شہر میں پھرتی ہے۔"

"تمیز کے دائرے میں رہو تم۔۔۔ اپنی فرینڈ کو فون کرو' مجھے ابھی اور اسی وقت ناول چاہیے۔ اسے میخائل اتنا ہی پسند ہے۔ تو وہ خود بھی لا سکتی ہے۔"

"آپ کو کل مل جائے گا ناول۔" اس کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔

(اونہہ۔۔۔ رومیہ درانی کے پیروں میں تو مہندی لگی ہے جیسے)

"میں نے ابھی کہا ہے نا۔۔۔ ویسے بھی تمہیں بغیر اجازت میری چیز کسی کو دینا نہیں چاہیے تھی۔ یونو میں اپنی چیزیں کسی کو نہیں دیتا۔" اس نے انگلی اٹھا کر کہا تو اس کے تلووں پہ لگی سر پر بجھی۔

"تو رومیہ درانی آپ کی کہاں سے سگی ہو گئی؟"

"فضول بات مت کرو۔۔۔ دادو! اس سے پوچھیں یہ رومیہ سے اتنا چڑتی کیوں ہے؟ اس روز وہ آئی تو اس نے سیدھے منہ بات نہیں کی۔ اس نے فون کیا تو اس سے بے حد بدتمیزی سے بات کی حالانکہ میں گھر پر موجود تھا۔ مگر اس نے رومیہ سے کہا کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔"

"کیا مسئلہ ہے بیٹا!" نانو نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا تو وہ نظریں چرا کر دیوار پہ لگی پینٹنگز دیکھنے لگی۔

"بس' مجھے اچھی نہیں لگتی وہ۔۔۔" کچھ دیر بعد وہ آہستگی سے بولی۔

"کوئی وجہ بھی تو ہو۔۔۔ کیا بات پسند نہیں تمہیں اس کی؟" اس کا انداز دوستانہ ہو چکا تھا۔

"بس نہیں اچھی لگتی تو نہیں لگتی۔"

"کوئی نہ کوئی بات تو ہے۔۔۔ ہم بلاوجہ کسی کو پسند یا ناپسند نہیں کرتے۔"

"آپ کو اس کی کیا بات پسند ہے۔ جو آپ اتنا پسند کرتے ہیں اسے؟"

"اف۔۔۔ ہر بات کو غلط رخ پر لے جاتی ہو اپنی دے۔۔۔ مجھے شام کو ناول چاہیے منگوا لیتا۔" وہ تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولا تو نانو مسکرا دیں۔

"رومیہ درانی کو دینا ہے؟" وہ چپل پہن کر دروازے کی طرف بڑھی۔

"ہاں۔۔۔ اس نے کہا تھا مجھ سے۔"

"تو پھر اس ناول کو بھول جائیں۔۔۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

"عجیب احمق لڑکی ہے۔" وہ نانو کو دیکھ کر رہ گیا۔ جو مسکرائے جا رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ اگر ضدی تھا تو کم وہ بھی نہیں تھی۔ اچھی خاصی ڈانٹ تو کھالی مگر الماری میں رکھے ناول کی ہوا بھی نہیں لگنے دی اسے۔۔۔ وہ اس کی "کلاس" لے کر باہر نکل گیا تھا۔ اور وہ اپنی کامیابی پر سرشار پیپسی کا ٹن فریج سے نکال کر صحن میں چلی آئی۔ نانو اپنے وظیفوں میں مشغول ہو چکی تھیں۔ دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ اس نے بند کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی وہیں تخت پر دراز ہو کر میگزین کے صفحات الٹنے لگی۔ اسی وقت روحیل چلا آیا۔ روحیل' روبینہ آنٹی کا بھانجا تھا۔ اور ان کی گلی میں ہی رہتا تھا۔ ان کا بچپن ساتھ ہی گزرا تھا۔

"محترمہ! دروازہ بند کرنے کی زحمت بھی گوارا کر لیا کریں۔ زمانہ بہت خراب ہو چکا ہے۔" اس نے آتے ہی ڈپٹا۔

"زمانے سے خراب تو تم ہو۔۔۔ جو اندر گھس آئے۔" اس نے ٹن میں بچی کچھی پیپسی اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ آخری ٹن تھا۔ کچھ دیر پہلے آجاتے تو پورا مل جانا تھا۔ فی الحال میں تمہاری مہمان نوازی کے موڈ میں نہیں ہوں اس لیے اسی پہ گزارا کرو۔"

"اس نیک کام کے لیے تو تمہارا موڈ کبھی نہیں بنتا۔ بائی دا وے زوار بھائی خاصے آف موڈ کے ساتھ روانہ ہوئے ہیں گھر سے۔ یقیناً" تم نے ہی کوئی بدتمیزی کی ہو گی۔" اس کے ہاتھ سے ٹن لے کر ایک ہی سانس میں چڑھا کر وہ کونے میں رکھی اکلوتی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"جب پتہ ہے تو پوچھ کیوں رہے ہو۔۔۔ اینی وے تم نے کس طرف جاتے دیکھا۔ میرا مطلب ہے اکیڈمی جا رہے تھے یا کرنل درانی کے گھر؟"

"رخ تو کرنل درانی کے گھر کی طرف ہی تھا۔ اکیڈمی تو لیفٹ سائیڈ پر ہے نا۔"

"ایکسکیوز کرنے گئے ہوں گے اونہہ۔" وہ جل کر بڑبڑائی۔

"کیوں منہ ہی منہ میں مجھے بددعائیں دے رہی ہو۔ نانو نماز پڑھ رہی ہیں کیا؟"

"اس وقت کون سا وقت ہے نماز کا۔ کبھی سجدے کی توفیق تو ہوئی نہیں۔ ویسے تمہیں پتا ہے دن میں کتنی نمازیں ہوتی ہیں؟"

"نہیں۔۔۔ مسلمان تو بس ایک تم ہی ہو۔ خود تو تمہیں بہت توفیق ہوتی ہے جیسے۔" وہ تنک کر بولا۔

"نماز میں ڈنڈی نہیں مارتی میں۔۔۔ نانو یہ لمبا لیکچر پلاتی ہیں۔ اس سے جلدی تو بندہ نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور سناؤ الماس کی طرف چکر لگایا؟"

"ہاں' کل گیا تھا۔ شاید اس کی ڈیٹ فکس کر رہے ہیں خالو جان۔ خالہ بتا رہی تھیں کہ اس بار مسقط جانے سے پہلے وہ الماس کے ہاتھ پیلے کرنا چاہ رہے ہیں۔"

"اتنی جلدی۔۔۔ ابھی تو اس کا گریجویشن بھی کمپلیٹ نہیں ہوا۔"

"وہ تو اتنی خوش ہے کہ پڑھائی سے جان چھوٹے گی۔"

"ہاں' ویسے ہے تو دھکا اسٹارٹ۔" وہ ہنسی۔ "اور تم کب ہاتھ پیلے کر رہے ہو؟"

"ہاتھ پیلے کرانے والی ملے بھی تو۔۔۔" اس نے گہری نگاہ عام سے کاٹن کے سوٹ میں ملبوس، بہت خاص نظر آتی حمائل پر ڈالی۔ جو لاپروائی سے میگزین پر نظریں جمائے اس کے جواب سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"جو اچھی لگتی ہیں وہ پہلے سے "بک" ہوتی ہیں۔" اس کے لہجے میں حسرت تھی۔

"یہ تو بڑا مسئلہ ہے۔ گریجویشن کے بعد ماسٹر بھی کر لیتے تو شاید جلد ہاتھ پیلے ہو جاتے۔ اب تو شاپ پر ہی ہوتے ہو نا؟"

"اور کہاں ہونا ہے۔۔۔ ویسے میں ایک دوست کے ساتھ مل کر ایڈورٹائزنگ کمپنی کھولنے کا ارادہ بھی کر رہا ہوں۔۔۔ اور میری پہلی ماڈل تم ہوگی۔ منظور۔۔۔؟"

"کتنی پے منٹ کرو گے؟" اس نے کھلکھلاتے ہوئے پوچھا۔

"جتنی تم چاہو۔" دفعتاً "ڈور بیل" بجی۔

"دیکھو کون ہے؟" حمائل نے اشارہ کیا۔

"گھر تمہارا ہے یا میرا۔" وہ گھورتے ہوئے اٹھا۔

"فی الحال تو میرا ہی ہے۔" دروازے پہ زوار تھا۔ حمائل تخت پر دراز لاپروائی سے دوپٹہ شانے پہ ٹکائے دروازے کی سمت ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک سخت نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے اندر آیا۔ روحیل دروازہ بند کرنے لگا۔

"کم از کم دوپٹہ تو تمیز سے لیا کرو۔" وہ اس کے کانوں کے پاس جھک کر دھیمی آواز میں غرایا اور میگزین جھپٹ کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ نادم سی ہو کر دوپٹہ صحیح کرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

رومیہ درانی اکثر ہی "احمد ہاؤس" چلی آتی۔ وہ جتنا اس سے چڑتی تھی وہ اتنا ہی آنے لگی تھی۔ پہلے پہل تو وہ جل کڑھ کر ہی اپنا دل جلاتی رہتی مگر پھر اس نے نیا حربہ آزمایا تھا۔

وہ بی اے فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اس کے ایگزام بھی نزدیک تھے۔ یہ سوچ کر اس نے اکنامکس میں مدد کے لیے روحیل کی خدمات حاصل کیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ زوار، روحیل کو کچھ خاص پسند نہیں کرتا۔ ٹائم بھی اس نے وہی رکھا جب رومیہ کی آمد متوقع ہوتی تھی وہ زیادہ تر پانچ بجے ہی آتی تھی۔ چونکہ اکیڈمی ٹائمنگ چھ بجے کی تھی اس لیے وہ ٹھیک چھ بجے زوار کے ساتھ ہی نکل جاتی۔ (وہ اس کی کمپیوٹر اکیڈمی میں کمپیوٹر گرافکس کی کلاسز لیتی تھی۔) زوار کو اس کے اقدام سے "یقیناً" حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس کا تعلیمی ریکارڈ کسی قسم کی ٹیوشن کے بنا بھی شاندار رہا تھا۔ آج سنڈے کے باعث وہ دونوں ہی گھر پر تھے۔

"تمہارے ایگزام کب ہو رہے ہیں؟" کئی دنوں کی الجھن کو وہ آج سلجھانا چاہ رہا تھا۔

"نیکسٹ منتھ۔۔۔"

"تمہیں ٹیوشن کی ضرورت تھی تو تم نے مجھ سے کیوں نہیں کہا؟"

"آپ کو فرصت ہی کب تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"کوئی مطلب نہیں۔"

"روحیل تو سائنس کا اسٹوڈنٹ تھا نا؟"

"انٹر تک۔۔۔ گریجویشن اس نے آرٹس میں کیا ہے۔ دوبار سپلی جو آئی تھی فزکس کیمسٹری میں۔"

"اور تم نے اس کا شاندار اکیڈمک ریکارڈ دیکھتے ہوئے بھی اس سے ٹیوشن لینی شروع کر دی، وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" اس کے بالکل سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے حمائل کے ہاتھ سے اکنامکس کی بک لے لی۔ تو وہ چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر آہستگی سے بولی۔

"اس کی اکنامکس اچھی ہے۔"

"لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ اچھا ٹیوٹر ثابت ہو سکتا ہے۔ اکنامکس مشکل لگتی ہے تو میں تمہیں پڑھا دیا کروں گا۔" وہ صفحات الٹ رہا تھا۔

"میں ٹائم بھی رکھوں گی۔ پانچ سے چھ۔۔۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ زوار نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بے نیازی سے ببل چبا رہی تھی۔

"او کے۔۔۔" وہ کتاب اس کی گود میں ڈال کر اٹھ

گیا۔ حمائل کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔ اس کی ترکیب کامیاب رہی تھی۔ مگر یہ محض اس کی خام خیالی تھی۔ کیونکہ آنے والے دنوں میں رومیہ درانی بھی اپنا شیڈول چینج کر چکی تھی۔ اور وہ سوائے ناک بھوں چڑھانے کے کچھ بھی نہ کر سکی۔

☼ ☼ ☼

"اور ابھی ڈیٹ شیٹ آئے دو دن ہی ہوئے تھے جب اچانک نانو کی طبیعت بگڑ گئی۔ ان پر انجائنا کا اٹیک ہوا تھا۔

جب تک نانو کی طبیعت نہیں سنبھلی وہ رو رو کر اپنی آنکھیں سجا چکی تھی۔

"گڑیا! بی بریو۔۔۔ زندگی تو مصائب و آلام کا نام ہے۔ ہمیں تو بہت کچھ سہنا پڑتا ہے دنیا میں۔ یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ضبط چھوڑ دو گی تو کیسے سامنا کر پاؤ گی زندگی کی تلخیوں کا۔" زوار نے مسکن دواؤں کے زیرِ اثر سوتی دادو پر کمبل اوڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ چھوٹی سی بات ہے۔" اس کا لہجہ بھاری ہو رہا تھا۔

"نہیں، مگر اب تو دادو ٹھیک ہیں اور تم ابھی بھی رو رہی ہو۔"

"پتہ نہیں کیوں۔۔۔ مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے زوار!" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

اسے جھٹکا سا لگا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ مگر وہ اس کی طرف متوجہ ہی کب تھی۔

"موت کتنی بے رحم ہوتی ہے۔ کتنے چپکے سے چلی آتی ہے۔ خبر بھی نہیں ہونے دیتی۔ بابا اور امی بھی تو یونہی خاموشی سے چلے گئے تھے ہمیں چھوڑ کر۔ کتنے برس میں ان کی آمد کی منتظر رہی، مگر وہ آئے ہی نہیں۔ بڑی ہوئی تو پتا چلا کہ اب وہ کبھی نہیں آئیں گے۔۔۔ وہ تو اس دیس چلے گئے جہاں واپسی کے راستے نہیں ملتے۔ اور اب نانو ہی تو رہ گئیں ہیں ہمارے پاس۔ ہمارا آخری سہارا۔" آنسو اس کے گالوں پر پھیل رہے تھے۔ زوار کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"اتنی مایوسی کی باتیں مت کرو۔ دادو شاید کچھ دیر میں اٹھ جائیں، تم جب تک ان کے لیے یخنی بنا کر لے آؤ۔"

وہ مسہری کے کنارے پہ بیٹھتے ہوئے بولا تو حمائل آہستگی سے چہرہ صاف کرتی اٹھ کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ اور جب وہ یخنی پیالے میں ڈال کر ـــــ واپس آئی تو اپنا نام سن کر دروازے کے پاس ہی رک گئی۔ نانو جاگ چکی تھیں۔ زوار ان ہی سے محو گفتگو تھا۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے دادو! مگر حمائل ابھی بہت چھوٹی ہے۔ وہ بالکل بھی میچور نہیں ہے۔ اتنی کم عمری میں یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔"

"سر پر پڑے گی تو خود ہی عقل آجائے گی۔ میری بیماری نے تو مجھے بالکل توڑ کر رکھ دیا ہے۔ پتہ نہیں کب آنکھ بند ہو جائے۔ میں اپنی زندگی میں حمائل کو اپنے گھر کا ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

باؤل اس کے ہاتھ میں لرزنے لگا تھا۔

"روبینہ کو بلانا کل۔۔۔ میں اس سے ذکر کروں گی۔ مجھ میں تو سکت نہیں ہے کچھ کرنے کی۔۔۔ بس سادہ سی نکاح کی تقریب کر لیں گے۔"

"افوہ۔۔۔ نانو! آپ تو سب فائنل بھی کر چکی ہیں۔ پلیز! آپ ابھی سے ایسا مت سوچیں۔ ابھی تو میں نے اپنی اکیڈمی۔۔۔"

"تم اتنی جرح کیوں کر رہے ہو زوار۔۔۔! کہیں ایسا تو نہیں کہ تم حمائل سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتے۔۔۔" نانو کی نقاہت زدہ آواز میں خدشات لرزنے لگے تھے۔

"میں نے کہا نہ نانو۔۔۔"

آگے کی بات اسے معلوم تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔ آنکھیں دھندلانے لگی تھیں۔ اس نے پیالہ میز پہ رکھا اور کچھ کہے سنے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

موت واقعی بہت بے رحم ہوتی ہے۔ بغیر کسی

آہٹ کے رگوں میں سرایت کر جاتی ہے۔ اس طرح کہ خبر ہی نہیں ہونے دیتی۔

اتنے دنوں بعد جب اسے لگنے لگا تھا کہ نانو کی زندگی موت کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئی ہے تو اب.... اس بار موت نے پیچھے سے وار کیا تھا۔ وہ کچھ بھی نہ کر سکی اور نانو اس کے آنسو اپنے سینے میں سمیٹ کر سوئیں تو صبح اٹھ ہی نہ سکیں۔ اسے جب ہوش آیا اور زوار کی بے تحاشا سرخ آنکھوں کو دیکھا تو وہ پلٹ کر صحن میں جمع ہوتی عورتوں کو دیکھنے لگی۔ اس کچے آنگن والے صحن میں موت کی سرسراہٹیں تھیں۔

"زوار! نانو...." اس نے ستون کے پاس کھڑے زوار کا گریبان پکڑ کر کھینچا اور وہ لب کاٹتے ہوئے بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"زوار! بولتے کیوں نہیں آپ.... نانو کو کیا ہوا ہے؟" الماس، روبینہ آنٹی، فاطمہ چچی سب آ گئے تھے اور اتنے برسوں بعد وہ پھر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی، مگر اب کی بار آگہی اس پر اپنے در وا کر چکی تھی۔ اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ سسک رہی تھی۔ اور اسی وقت اس نے بے حد اجنبی مگر بے حد وجاہت کے حامل شخص کو اپنے سامنے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں۔ یہ کون شخص تھا جو اتنے استحقاق سے برآمدے میں چلا آیا تھا۔

وہ اب زوار کو گلے لگا کر اس کا شانہ تھپک رہے تھے۔ پھر انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور قریب آ کر اس کے الجھے بکھرے سیاہ بالوں والے سر پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ دیا۔

"حوصلہ رکھو بیٹا!"

"آپ کون؟" اس نے ہاتھ کی پشت سے چہرہ صاف کیا۔

"ارسلان گردیزی۔" نام بتاتے ہوئے وہ خود بھی نادم سے ہو گئے اور وہ.... وہ تو دم بخود رہ گئی تھی۔

"ارسلان گردیزی۔" وہ سرعت سے اٹھی اور بغور ان کا چہرہ دیکھا۔

"وہ نام جو گزشتہ انیس سالوں سے میری شناخت بنا، مگر میں نے کبھی اس نام سے انسیت محسوس نہ کی۔ کیا آپ واقعی ارسلان گردیزی ہیں؟ میرے والد بزرگوار.... حیرت ہے آپ کو کیسے یاد آ گیا کہ آپ کی کوئی بیٹی بھی ہے؟" وہ ٹرانس کی کیفیت میں کہہ رہی تھی۔

"گڑیا! یہ تمہارے...." زوار اس کی حیرانگی بھانپ کر نزدیک آیا۔

"پاپا ہیں.... آئی نو پاپا ایسے ہی ہوتے ہیں۔" وہ ان کی شاندار ڈریسنگ پہ زہر خند نگاہ ڈالتے ہوئے بولی۔ پینتالیس کے ہونے کے باوجود وہ پینتیس کے لگ بھگ لگ رہے تھے۔

"انہیں کس نے اطلاع دی۔ نانو تو انہیں بالکل پسند نہیں کرتیں پھر آپ نے ان کی ڈیتھ پر انہیں کیوں بلایا؟ اکٹھے ہی آ جاتے نا۔ ایک ہی بار میرے جنازے...."

"بیٹا پلیز۔ میں جانتا ہوں تمہیں بہت گلے شکوے ہوں گے مجھ سے، مگر یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔" ارسلان گردیزی کو ٹوکنا پڑا۔

"ٹھیک کہا آپ نے۔ گلے شکوے تو خیر میں آپ سے کروں گی نہیں کہ شکایت تو وہاں کی جاتی ہے، جہاں محبت ہو جبکہ میں نے آپ سے ہمیشہ نفرت کی ہے۔ میں اس دنیا میں صرف ایک ہی شخص کو اپنا باپ سمجھتی ہوں، وقار احمد کو۔ آپ سے محض نام کا رشتہ ہے۔ دل کا رشتہ تو انہی سے ہے۔ بہرکیف میں اس سلسلے میں آپ سے مزید بات نہیں کرنا چاہتی۔ براہ مہربانی آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ انیس برس بھی تو آپ کے بغیر گزارے ہیں نا۔"

"گڑیا! انہیں دادو نے بلوایا تھا۔ یہ پرسوں آنے والے تھے مگر اچانک ہی دادو کی ڈیتھ ہو گئی تو انہیں آج ہی آنا پڑا۔" زوار نے مداخلت کی۔

"نانو نے.... مگر کیوں؟" اسے حیرت ہوئی۔

"انہوں نے مجھے خط لکھا تھا۔ میں انیس برسوں تک باپ کا رشتہ نہیں نبھا پایا تم سے مگر اب وہ چاہتی

تھیں کہ میں...."

"انہوں نے مجھ سے کوئی بات شیئر نہیں کی، اس لیے میں نہیں جانتی۔" وہ بے نیازی سے باہر نکل گئی۔ زوار نادم سا ہو کر انہیں صفائیاں دینے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

ارسلان گردیزی اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے مگر وہ نہ مانی۔ تین دن ہی تو ہوئے نانو کو رخصت ہوئے، وہ اتنی جلدی کیسے اس مانوس فضاؤں والے آنگن سے رشتہ توڑ لیتی جس سے ربط بنانے میں انیس برس لگے تھے۔ زوار نے بھی اصرار کیا تھا کہ وہ اپنے پاپا کے ساتھ چلی جائے مگر وہ اس سے بھی ناراض ہو گئی تھی۔

"بے مروت تو آپ سدا کے ہیں لیکن میں اتنی جلدی آپ کی جان نہیں بخشنے والی۔ اس گھر سے جتنا تعلق آپ کا بنتا ہے، اتنا ہی میرا بھی ہے۔ آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو اچھا نہیں ہو گا۔ اپنے ارسلان گردیزی سے کہہ دیں کہ تشریف لے جائیں، میں اتنی جلدی فراموش کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" اس کے سپاٹ انداز پر زوار لب بھینچ کر رہ گیا۔

"اتنی بڑی ہو گئی ہو تم اور عقل نام کو بھی نہیں ہے۔ کل روبینہ آنٹی اور زیاد ماموں وغیرہ بھی چلے جائیں گے۔ تم اکیلی رہو گی یہاں؟"

"اکیلی کیوں، آپ بھی تو ہیں۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے میں گھس گئی۔

"اف.... کتنی اسٹوپڈ لڑکی سے واسطہ پڑا ہے۔ کاش دادو! آپ اتنی جلدی نہ جاتیں۔" وہ جیسے تھک کر ڈرائنگ روم میں چلا آیا۔ ارسلان گردیزی جانے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

"آئی ایم سوری انکل! وہ اس وقت ذہنی طور پر اپ سیٹ ہے۔ ایکچوئلی دادو سے بہت اٹیچڈ تھی نا۔"

"اٹس اوکے۔" وہ آہستگی سے مسکرائے اور پھر اس کے کمرے میں چلے آئے۔

"حمائل بیٹا! اتنے برسوں کی کثافتیں چند لمحوں میں نہیں دھل سکتیں۔ میں اپنی کوتاہیوں پر شرمندہ ہوں بھی تو تمہیں اس بات سے فرق نہیں پڑے گا کہ بیتا وقت واپس نہیں لایا جا سکتا۔ تم مجھے موقع دیتیں تو میں اپنی غلطی کا ازالہ کر دیتا پھر بھی میرے دل کے دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ کبھی خیال آئے تو اپنے گھر لوٹ آنا، میں تمہارا انتظار کروں گا۔" انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ جب تک دیکھا نہیں تھا، کوئی انسیت نہیں تھی اور اب تو وہ اسے اپنے دل میں چھپا لینا چاہتے تھے۔

"اپنا خیال رکھنا۔" وہ تیزی سے باہر نکل گئے۔ حمائل جو جس انداز میں بیٹھی تھی، بے اختیار ہی گھٹنوں میں چہرہ چھپا کر سسکنے لگی۔

"آپ نے ٹھیک کہا پاپا! بیتے وقت کو واپس نہیں لایا جا سکتا۔ میں انیس برسوں میں صرف گیارہ برسوں کا حساب مانگوں گی آپ سے۔ میرے پاپا جب تک زندہ تھے، مجھے باپ کی کمی کا احساس نہیں ہوا تھا مگر اس کے بعد میں نے باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیمی کی زندگی بسر کی۔ میری زندگی میں بہت سی محرومیوں اور تشنگیوں کے سائے ہیں۔ آپ کیسے ان کا ازالہ کریں گے پاپا! کیسے کفارہ ادا کریں گے۔"

☆ ☆ ☆

"آپ اپنے قیمتی مشورے اپنے پاس رکھیں اور براہ مہربانی مجھے سکون سے پیپر دینے دیں۔ پہلے ہی میں بے حد پریشان ہوں اوپر سے آپ.... کبھی روبینہ آنٹی کے گھر چلی جاؤ، کبھی فاطمہ آنٹی کے گھر۔ آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ کیوں مجھے گھر سے نکالنے کے درپے ہوئے ہیں۔" الکنا مکس کی بک ٹیبل پر پٹخ کر وہ تیزی سے اٹھی تھی۔

"میرا سب سے بڑا مسئلہ تو تم خود ہو۔" وہ بھی غصے میں آ گیا تھا۔ عجیب احمق لڑکی تھی، سیدھے طریقے سے بات سمجھ میں آ ہی نہیں رہی تھی۔

"واٹ.... مسئلہ؟ آپ کے لیے اب میں مسئلہ

ہو گئی؟ نانو کی ڈیتھ کا ہی انتظار کر رہے تھے آپ۔ ان کے جاتے ہی ازلی دشمنی نکالنے کا موقع مل گیا۔" اسے رونا آگیا۔

"فار گاڈ سیک گڑیا! تم آخر..."

"مت کہیں مجھے گڑیا! انیس برس کی ہو چکی ہوں اب۔ حمائل گردیزی ہے میرا نام۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"سارا مسئلہ ہی تو ان انیس برسوں کا ہے۔ آج بھی آٹھ برس کی ہوتیں تو..." وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

"اتنے بڑے بزنس ٹائیکون کی بیٹی ہو... کیا فائدہ تمہارے پاپا کی اتنی جائیداد کا، تمہیں تو ان سے زبردستی اپنا حق وصولنا چاہیے۔ تم تو مزے سے ناراض ہو کر بیٹھ گئیں۔"

"اوہ، اب سمجھی، اس لیے مجھے یہاں سے بھگانا چاہ رہے ہیں۔ میں آپ کو اتنا لالچی ہرگز نہیں سمجھتی تھی۔ میرے پاپا کے بزنس پر نظر ہے آپ کی۔ مجھے سیڑھی بنانا چاہتے ہیں۔ یہی بات ہے نا؟"

"تم جو بھی سمجھتی رہو، میری بلا سے۔" وہ سخت بے زار نظر آرہا تھا۔

"مائنڈ اِٹ مسٹر زوار احمد! میں شکل سے بے وقوف نظر آتی ہوں آپ کو جو آپ کے اشاروں پر ناچوں گی۔ میرے پاپا چاہے وزیر ہوں اس ملک کے آئی ڈیم کیئر... جہاں محبت نہ ہو، میں وہاں حقوق و فرائض کے جھنجٹوں میں نہیں پڑتی۔"

"تم شکل میں نہیں عقل میں بھی ماشاء اللہ ہو، اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ کچھ اپنے پاپا کی کمائی کو بھی خود پہ حلال کرو۔ میں ہی ساری عمر تمہارے خرچے نہیں پورا کرتا رہوں گا۔ ٹھیکا لے رکھا ہے میں نے تمہارا؟"

"آ... آپ..." وہ ششدر رہ گئی۔ "آپ مجھے بوجھ سمجھتے ہیں؟" آنکھوں سے دریا رواں ہو گیا۔

"اور نہیں تو کیا۔ ایک مصیبت ہی تو ہو تم۔ خوامخواہ کی ٹینشن، جی کا جنجال۔ سمجھائے جا رہا ہوں، سمجھائے جا رہا ہوں، پلے ہی نہیں پڑ رہا محترمہ کے۔" وہ جلبلا کر بولا۔

"جان چھوڑ دو میری، ممنون ہوں گا تمہارا۔"

"نہیں چھوڑوں گی، نہیں چھوڑوں گی۔ اس رومیہ درانی سے تو ہزار درجے اچھی ہوں۔ وہ تو کوئی مصیبت نہیں لگتی۔ اس سے بڑے خوشگوار موڈ میں باتیں ہوتی ہیں۔ اتنی ہی سگی ہے نا وہ آپ کی تو بیاہ رچا کر رکھ لیں اپنے پاس۔ میرا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔"

"شٹ اَپ۔" اس کا بھاری ہاتھ اس کے پھول سے رخسار پر پڑا تھا۔

"آپ نے مجھے... آپ نے مجھے تھپڑ مارا۔ مجھے..." بے اختیار روتے ہوئے وہ اندر بھاگ گئی اور وہ اپنی جگہ پشیمان کھڑا رہ گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار کسی نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ وہ تمام تر شدتوں سے رو دی تھی۔ گال کے بجائے اس کے دل پر پڑا تھا یہ تھپڑ۔ درد سے اس کا دل پھٹنے لگا تھا۔ تمام دکھ یکے بعد دیگرے یاد آتے رہے اور اس کی سسکیاں بلند تر ہوتی گئیں۔ وہ اس کا درد بانٹنا چاہ رہا تھا مگر ہمت ہی نہ پڑی۔ وہ یونہی روتے روتے سو گئی تھی۔ اور وہ ساری رات سگریٹ پھونکتا رہا پھر صبح کے قریب جا کر اس کی آنکھ لگی تھی۔ آفس سے بھی لیٹ ہو گیا تھا مگر جب آفس سے واپس آیا تو حمائل کے کمرے کا دروازہ ہنوز بند تھا۔ وہ اندیشوں میں گھرا اس کے کمرے کا دروازہ پیٹنے لگا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اس کے کمرے کی تمام چیزیں اپنی جگہ پر موجود تھیں مگر وہ خود کہیں نہیں تھی۔

"حمائل..." وہ پاگلوں کی طرح ٹیرس اور واش روم کے دروازے کھول کھول کر دیکھنے لگا۔

الماری کھولی تو اس کے کپڑے موجود نہیں تھے۔ اسٹڈی ٹیبل پر سے کتابوں کا انبار غائب ہو چکا تھا۔ وہ تھک کر اس کے بیڈ پر گر سا گیا۔ اس کی مانوس خوشبو تکیے میں مسکرا رہی تھی۔ بیڈ کی گلابی چادر پر اس کے گلابی سراپے کا عکس بکھرا ہوا تھا۔ اس نے تکیے پر ہاتھ پھیرا تو اس کے قریب رکھے کاغذ پر نگاہ جم گئی۔ اس نے تیزی سے فل اسکیپ صفحے کو کھولا۔ حمائل نے جلدی میں دو چار لائنیں گھسیٹی ہوئی تھیں۔

"بہت خوشی ہو گی آپ کو یہ پڑھ کر کہ میں آپ کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں۔ صرف ایک "محبت" کے لیے میں نے آپ کی ہر خطا معاف کر دی تھی مگر اب معلوم ہوا ہے کہ آپ کے سینے میں تو دل کی جگہ پتھر رکھا ہے لیکن شاید نہیں۔ آپ کے دل میں میرے لیے ہی جگہ نہیں ہے، باقی لوگوں... خیر یہ تو میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے تلاشنے کا تردد نہیں کریں گے۔ اتنی مشکل سے تو مصیبت سے جان چھوٹی ہے آپ کی۔ کبھی زندگی میں سرِراہ ملاقات ہوئی تو پہچانیے گا مت۔ بہت برا سلوک کروں گی۔"

فقط... حمائل گردیزی

"کہاں جا سکتی ہو تم..." وہ الجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ اس سے چھٹکارا پانے پر خوش تو کیا ہوتا اب ایک نئی مصیبت نے گھیر لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ وہ چونک کر دروازے کی سمت دیکھنے لگی۔

"آپی...! ابھی تک سو رہی ہیں کیا؟" عبیو کی آواز تھی۔ وہ فوراً اٹھی۔ دوپٹے سے چہرہ رگڑا اور زوار کی تصویر دراز میں رکھ کر دروازہ کھول دیا۔

"سو رہی تھیں کیا؟"

"نہیں، نہا رہی تھی۔" وہ باہر نکل آئی۔ "دریشہ نہیں آئی؟"

"دریشہ تو آج پریکٹیکل میں بزی ہے۔ لیٹ آئے گی۔ آئیں لنچ کرتے ہیں، آپ کے ساتھ مزہ آئے گا۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر ڈائننگ روم میں چلا آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی کمپنی کو بے حد انجوائے کیا تھا۔ خوشگوار موڈ میں لنچ کر کے وہ عبیو کے کہنے پر نیچے چلے آئی۔

"ہیلو مس حمائل...!" احسن ان کی باتوں کی آواز سن کر اپنے کمرے سے نکل آیا۔

"السلام علیکم۔" حمائل نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

"اوہ... ویل سیڈ۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔

"اینی وے، پسند آئی آپ کو ہماری کلاس"

"انسان کا معیار اس کا کردار اور اخلاق ہوتا ہے، اس کی کلاس نہیں۔"

"انٹرسٹنگ... آپ تو فلاسفر لگتی ہیں۔"

"اور آپ جوکر۔" وہ کہتے کہتے رہ گئی۔

"عبیو! محسن اس وقت یونیورسٹی میں ہوتا ہے؟" وہ اسے نظر انداز کر کے عبیو سے مخاطب ہوئی۔

"جی سرکار، تھنک آف دا ڈیول اینڈ ڈیول از ہیر۔" محسن اسی وقت اندر داخل ہوا تھا۔

"کہیے، ناچیز کو کس لیے یاد فرما رہی تھیں؟" کتابیں کارنس پہ رکھ کر وہ اس کی طرف پلٹا۔

"بس ایسے ہی، تم تو یونیورسٹی سے آئے ہو ابھی، فریش ہو کر لنچ کر لو پھر اوپر آجانا۔ تینوں کافی پئیں گے۔" وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"ہمارے ساتھ کیا دشمنی ہے آپ کی؟" احسن کو برا لگا۔

"آپ بھی آجائیے گا، آنا چاہیں تو۔ ویسے آپ تو اسٹیٹس کانشس ہیں۔ مڈل کلاس کمپنی سوٹ ایبل نہیں ہے آپ کے لیے۔" وہ کہتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

"کبھی کبھی ٹیسٹ بدلنے میں کوئی حرج نہیں۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

"ایکسکیوزمی بھائی صاحب! یہ ماڈل 1970ء تمہارے اسٹینڈرڈ کا نہیں ہے۔ خوامخواہ پنگا مت لو۔" محسن نے ترچھی نگاہ اس پر ڈالی۔

"وہ خود ہی الجھتی ہے یار!" احسن نے لب سکوڑ کر سیٹی بجائی۔ "ویسے اچھی ہے نا؟"

"اچھی ہے، مگر تمہارے لیے نہیں ہے۔"

"کم آن۔ تم اتنے کریزی کیوں ہو رہے ہو؟"

"وہ مجھے زائرہ کی طرح لگتی ہے۔" اسے بے اختیار اپنی اکلوتی بہن یاد آئی تھی جو تین سال قبل پکنک ٹور پر کھائی میں گر گئی تھی اور ایک ہفتہ موت و زیست کی کشمکش میں رہنے کے بعد زندگی ہار گئی تھی۔

"ماڈل تو تم بھی مجھے 1970ء کا ہی لگتے ہو۔"
احسن بڑبڑاتے ہوئے اپنے کمرے میں غائب ہوگیا۔

☼ ☼ ☼ ☼

مسز شبانہ ارسلان بالکل ویسی ہی تھیں جیسی اپر کلاس کی خواتین ہوتی ہیں۔ میک اپ کی تہہ میں چھپا سپاٹ چہرہ' ڈائی شدہ بال اور قدرے بھاری جسامت۔ وہ حمائل سے فارمل انداز میں ہیلو ہائے کرکے ارسلان گردیزی کو اپنی این جی او کے اجلاس کی تفصیل سنانے بیٹھ گئی تھیں۔

اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے۔ عبیر اور وریشہ لان میں ٹینس کھیل رہے تھے۔ عبیر نے اسے بھی دعوت دی تھی مگر اسے اس کھیل کی ابجد سے واقفیت نہ تھی' اس لیے سہولت سے ٹال گئی۔ مونس ٹیبل پہ کتابیں پھیلائے پڑھنے میں مصروف تھا۔ اس گھر میں وہی ایک واحد بچہ تھا جسے پڑھائی سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ ہر وقت ناک پہ چشمہ ٹکائے کوئی نہ کوئی کتاب پڑھتا رہتا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" محسن نک سک سے درست کہیں جانے کی تیاری میں تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ ہوا کے زور پر اڑتے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے ہوئے مسکرائی۔

"کہیں جا رہے ہو؟"

"ہاں' ہم جا رہا ہوں۔ چلو گی؟"

"نہیں۔ اس روز گئی تھی نا سخت بور ہوئی۔"

"ویسے نعیم درانی تمہارے متعلق پوچھ رہا تھا۔ ریزروڈ سا شخص ہے۔ تمہارے متعلق پوچھا تو مجھے حیرت ہوئی۔ تم نے دیکھا تھا اسے؟"

"ہاں' وہی تو تھا جو مسلسل گھور رہا تھا۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔"

"اچھا تو وہ خیر ہے... پاپا کے بیسٹ فرینڈز عظیم درانی کا اکلوتا لخت جگر ہے۔ سی ایس ایس کر رہا ہے۔ کافی بریلینٹ ہے۔"

"ہوگا... تم یہ بتاؤ' سی سائیڈ پہ لے جانے کا وعدہ کب پورا کرو گے؟"

"اوہ... میں تو بھول ہی گیا۔ ابھی چلنا چاہو تو ابھی چلو۔ عبیر چلو گے یار؟"

"کہاں۔" عبیر تولیے سے چہرہ پونچھتا فوراً" ہی چلا آیا۔

"سی سائیڈ۔"

"میں بھی چلوں گی۔" وریشہ بولی تو محسن نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم سے کسی نے پوچھا؟"

"میں تمہارے ساتھ جا بھی نہیں رہی۔" وریشہ نے ناک چڑھائی۔ ان دونوں کی آپس میں بالکل نہیں بنتی تھی مگر دونوں ہی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔

"لے کر تو میں ہی جا رہا ہوں۔" اس نے چڑایا۔

"میں گاڑی میں بیٹھ کر جاؤں گی۔ میں چینج کر کے ابھی آتی ہوں۔" وہ مزید تکرار کیے بنا اندر کی طرف بھاگ گئی۔

"تم چینج نہیں کر رہیں؟"

"نہیں' بس ٹھیک ہے۔" اس نے سرسری سی نظر اپنے لباس پر ڈالی۔ وہ اس وقت ڈارک گرے کلر کا کاٹن کا سوٹ پہنے ہوئے تھی جو اس نے ارسلان گردیزی کے ساتھ جاکر خریدا تھا۔

"ہاں' تمہیں کانشس ہونے کی ضرورت ہے بھی نہیں۔" محسن مسکرایا۔ "پھر بھی بالوں میں برش تو کرلو۔"

"تم کہتے ہو تو کرلیتی ہوں۔" وہ اٹھ ہی گئی پھر بالوں کو کیچر... میں جکڑ کر نیچے آئی تو احسن ہسپتال سے آچکا تھا۔ وہ ڈاکٹر تھا گو کہ لگتا نہیں تھا۔

"ہیلو۔" اس نے حسب عادت اسے دیکھتے ہی کہا۔

"السلام علیکم۔"

جواباً" وہ بے اختیار ہنس دیا۔

"وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں"
عبیر نے لقمہ دیا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"آپ کیا سمجھتی ہیں محبت کو؟" اپنے کزنز کے

ساتھ بحث میں مصروف احسن ایک دم ہی رخ پلٹ کر اس سے پوچھنے لگا۔ حمائل جو اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی' بے ساختہ چونک گئی۔

"محبت' محبت ہے۔ لفظوں میں سما ہی نہیں سکتی۔" وہ اتنے سارے کزنز کی موجودگی میں خفیف سی ہو گئی تھی۔

"دیٹس گڈ۔" جواد نے بے اختیار گردن ہلائی۔

"پھر بھی آپ کیا سوچتی ہیں اس بارے میں؟"

"آپ نے کبھی کسی سے محبت کی؟" نوروز نے اشتیاق سے پوچھا تو وہ گڑبڑا کر محسن کو دیکھنے لگی جو شرارت سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ غیر ضروری سوال ہے۔" اس نے نظریں چرالیں۔

"اس کا مطلب ہے آپ محبت کا ذائقہ چکھ چکی ہیں۔ بائی داوے' کون ہے وہ خوش نصیب؟" احسن گردیزی بہت گہری نظروں سے اس کی پلکوں کا اضطراب دیکھ رہا تھا۔

"کوئی نہیں' کوئی بھی نہیں۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور لان میں چلی آئی۔ یہ دیکھے بنا کہ سب کی آنکھوں میں استعجاب اتر آیا تھا۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" کچھ دیر بعد ہی وہ اس کے پیچھے چلا آیا۔ حمائل نے سوئمنگ پول کے شفاف نیلے پانی کو ہاتھ کی اوک میں بھرتے ہوئے قدرے جھک کر پانی میں اپنا عکس دیکھا۔

"میں جواب دینے کی پابند نہیں۔"

"صرف مجھے یا سب کو۔" پتہ نہیں وہ خوامخواہ کمبل کیوں ہوئے جا رہا تھا۔

"آپ کو میرے جواب سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ جا کر پارٹی انجوائے کریں۔" وہ جھنجلا کر کہہ ہی گئی جس حقیقت کو وہ خود فراموش کرنا چاہتی تھی' وہ اسی کو جاننے پر مصر تھا۔

"اگر میں کہوں کہ فرق پڑتا ہے تو...." سفید ٹائلوں والے بینچ پر ایک پاؤں رکھتے ہوئے وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تو... تو کیا؟" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ بے باک نظروں والے اس وجیہہ شخص کو سوئمنگ پول میں دھکا دے دے۔

"کیا آپ واقعی کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں؟"

"میں نے کہا نہ میں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔"

"لیکن میرے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے۔"

"بالفرض اگر میں کسی اور میں انٹرسٹڈ ہوں بھی تو آپ کو اس سے کیا؟"

"مجھے اس سے ہے کیونکہ میں تم سے.... آئی لائک یو اینڈ ریئلی لو یو۔"

"آپ.... آپ ہوش میں تو ہیں۔" اس کے رگ و پے میں اشتعال کی لہر دوڑ گئی۔ "ہفتہ گزرا نہیں مجھے یہاں آئے اور آپ.... آپ مجھے محبت کے فسانے سنانے لگے۔ اتنا ہی آسان ہوتا ہے نا کسی سے محبت کرنا۔"

"آسان ہوتا ہے یا مشکل' یہ تو میں نہیں جانتا لیکن میں تمہیں پرپوز کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور آپ کے پرپوز کرنے سے پہلے ہی میں آپ کو ریجیکٹ کرتی ہوں' اس لیے نہیں کہ میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں' اس لیے کہ آپ کی محبت محض وقتی جذباتیت ہے۔ آپ کا شمار انسانوں کی اس کیٹگری میں ہوتا ہے جو محبت کو پارٹ ٹائم جاب سمجھتے ہیں۔ ان چند دنوں میں اتنا تو جان ہی گئی ہوں آپ کو۔" وہ تیز قدموں سے چلتے ہوئے لاؤنج کی طرف مڑ گئی۔

"کیا واقعی یہ محض وقتی جذباتیت ہے؟" احسن سوئمنگ پول کے کنارے کھڑا سوچتا رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

"گردیزی لاج" میں آ کر تو وہ زیادہ تر حیرانی کے زیر اثر ہی رہتی تھی۔ "بڑے" لوگوں کی دنیا کو وہ پہلی بار قریب سے دیکھ رہی تھی۔ کہیں بھی خالص پن اور خلوص نظر نہیں آتا تھا۔ سلمان گردیزی اور مسز سلمان دونوں ڈاکٹری کے شعبے سے وابستہ تھے۔ زیادہ تر سیمینارز اٹینڈ کرتے یا ہائی اسٹینڈرڈ ہسپتالوں کا وزٹ

کرتے رہتے۔ سلمان سرجن تھے اور اسکن سرجری میں ان کا بہت نام تھا۔ بے تحاشہ دولت اور آسائشات کے باوجود وہ اس گھر کے مکینوں میں زندگی کے اصل معانی و مفہوم ڈھونڈتی رہ جاتی۔ بس ایک محسن تھا اور دوسرا عبیو جن کی کمپنی کو وہ دل سے انجوائے کرتی تھی۔ وریشہ مغرور اور نک چڑھی سی تھی۔ فیشن ڈیزائننگ میں ماسٹر کر رہی تھی اور ہر وقت ہی فیشن کو خود پر مسلط کیے رہتی۔ عبیو بورڈنگ میں تھا۔ کم کم ہی آتا تھا۔ محسن ایم بی اے فرسٹ ایئر میں تھا۔ مونس نے حال ہی میں کالج جوائن کیا تھا۔ احسن من موجی قسم کا شخص تھا' موڈ ہوتا تو اپنی "مام" کے ہسپتال کا چکر لگا لیتا' ورنہ کلب اور پارٹیز ہی اٹینڈ کرتا رہتا۔

ارسلان گردیزی اس سے محبت تو جتاتے تھے لیکن شاید انہیں محبت کرنا نہیں آتی تھی۔ اس کی مما کو ایک ہی شوق تھا' گیٹ ٹو گیدر کا۔ زیادہ تر پارٹیز میں ہی مصروف رہتیں یا اپنی این جی او کے کارنامے سناتی رہتیں۔ دو روز قبل وریشہ کی برتھ ڈے پارٹی سلیبریٹ کی گئی تھی اور آج ارسلان گردیزی کی ماربل انڈسٹری کا غیر ملکی کمپنی سے معاہدہ طے ہو جانے کی خوشی کو سیلیبریٹ کیا جا رہا تھا۔ وہ اس ماحول میں خود کو مس فٹ سمجھتی تھی' اس لیے کمرہ بند کیے فریدہ خانم کو سن رہی تھی۔ معاً "انٹر کام" بجا۔

"حمائل! آپ کے گیسٹ آئے ہیں۔ ڈرائنگ روم میں آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔ جلدی آئیں۔" محسن نے اطلاع دی اور ریسیور ہاتھ میں تھامے وہ ایک بار پھر حیران رہ گئی۔ وہ کاٹن کے سوٹ کی شکنیں درست کرتے ہوئے نیچے اتر آئی۔ اور کسی کی نظر میں آئے بنا تیزی سے لابی کی طرف بڑھی۔ لابی کے سرے پر کھڑے احسن گردیزی اور ایک بے حد ماڈرن اور طرح دار سی لڑکی کو ایک دوسرے کے قریب دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"کیا ہوا ڈیئر!" لڑکی پریشان سی ہو گئی۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا' آپ واقعی محبت کو پارٹ ٹائم جاب سمجھتے ہیں۔" وہ اس کے قریب سے نکلتی چلی گئی۔ ڈرائنگ روم کا دبیز پردہ سرکا کر اس نے اندر جھانکا۔ بلیک ڈریس میں ملبوس وہ جو کوئی بھی تھا' بہت اشتیاق سے دیوار کی طرف رخ کیے صادقین کے شاہکار ملاحظہ کر رہا تھا۔

"آپ..." اسی دم وہ پلٹا اور حمائل کا سانس اس کے سینے میں ہی اٹک گیا۔

"زوار احمد۔" لب بے ساختہ پھڑپھڑائے۔

"کیسی ہو تم؟" اس نے مسکرا کر پوچھا تو وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ میں...."

"یقین تو مجھے بھی نہیں تھا کیونکہ تمہیں گردیزی لاج میں آنا ہوتا تو تم پہلے آجاتیں' جب تمہارے بابا تمہیں بصد اصرار ساتھ لانا چاہتے تھے اور اس وقت تم اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھیں۔"

"ہاں' میں یہاں کبھی نہیں آنا چاہتی تھی۔ کبھی ارسلان گردیزی سے دل کا رشتہ نہیں جوڑنا چاہتی تھی۔ کبھی ان کے احسان کا بار نہیں اٹھانا چاہتی تھی مگر مجھے اس کے لیے مجبور کر دیا گیا تھا اور وہ شخص آپ تھے' جنہوں نے زبردستی اس گھر سے میرے برسوں پرانے ٹوٹے رشتے کو پھر سے جوڑا۔ بہت خوش ہوں گے آپ تو یہ سب کر کے پھر آپ کیا لینے آئے ہیں یہاں؟ میری بے بسی کا تماشا دیکھنے آئے ہیں۔ یہ دیکھنے آئے ہیں کہ میں جو اتنے بڑے بڑے دعوے کرتی تھی' آج کیسے...." آنسوؤں نے بے ساختہ ہی پلکوں کی دہلیز عبور کر ڈالی تھی اور الفاظ رندھے ہوئے گلے میں پھنس کر رہ گئے۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو' میں ایسا کچھ نہیں چاہتا تھا۔" وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھا۔

"غلط بیانی سے کام مت لیں۔" وہ چلائی۔ "آپ ہمیشہ سے ہی ایسا چاہتے تھے کہ میں اس گھر سے چلی جاؤں اور آپ ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اب تو مجھے دیکھ لیا نہ آپ نے کہ میں کیسے اپنے ہی دعوؤں کی راکھ پر تہی دست بیٹھی ہوں تو جائیں اب

یہاں سے۔"

"حمائل! یقین کرو، میں ایسا دل سے نہیں چاہتا تھا۔ میں تمہیں۔۔۔"

"مت پیش کریں جھوٹی وضاحتیں۔ مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی اب۔ آپ نے جو چاہا وہ کیا، اس لڑکی کے لیے، رومیہ درّانی کے لیے آپ نے مجھ پر ہاتھ تک اٹھایا تھا۔ بھول گئے کیا۔ ہاں، ایسی باتوں کو آپ یاد بھی کیوں رکھیں گے لیکن میں بھولی نہیں ہوں۔ آپ کا وہ تھپڑ اور آپ کا ایک ایک لفظ جس کے لیے میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی، کبھی نہیں۔" وہ لبوں پر ہاتھ رکھ کر روتی ہوئی واپس پلٹ گئی اور وہ جو اتنا سفر طے کر کے آیا تھا اس کے لیے، اس سفر کی تمام تھکن اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔ اس قدر بدگمان ہو گئی تھی وہ اس سے۔ وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح خالی ہاتھ کھڑا رہ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

حمائل سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھی نیلے پانیوں میں مسکراتے چاند کے عکس کو دیکھ رہی تھی۔ گو کہ وہ زوار احمد سے سخت خفا تھی لیکن آج اسے سامنے پا کر اس کا دل پھر سے سرکشی پر اتر آیا تھا۔ بظاہر وہ اس سے لڑ جھگڑ کر اپنا غصہ اتار چکی تھی مگر دل میں "محبت" بے چین و مضطرب، اسی کے عکس کو ڈھونڈ رہی تھی۔ اتنے دنوں بعد دیکھا تھا اسے اور وہ اپنی انا کے ہاتھوں خواب لمحے گنوا بیٹھی تھی۔

"کیا تھا جو میں اس سے نارملی بی ہیو کر لیتی؟" دل میں پچھتاوے کا تاریک سایہ ابھرا۔

"اسے اگر میری فکر نہ ہوتی تو وہ آتا ہی کیوں۔ میں نے ایک بات بھی تو نہیں سنی اس کی۔" بے بسی کا اضطراب اس کی آنکھوں میں چھلکنے لگا۔

"مگر وہ رومیہ درّانی۔۔۔ کیا زوار واقعی اس میں انٹرسٹڈ ہیں لیکن پھر حمائل گردیزی کہاں ہے؟" دماغ نے بدگمان کیا۔

"ہو سکتا ہے وہ اس کی محض دوست ہی ہو۔" دل ماننے سے انکاری تھا۔

"پھر بھی دوستی میں اس قدر استحقاق اچھا بھی تو نہیں لگتا۔ استحقاق تو محبت میں ہوتا ہے۔"

"ہاں یہ محبت۔۔۔" اس کے دل نے سر جھکا کر آنسو چھپائے۔ "وہ محبت زوار احمد کو رومیہ درّانی سے بھی تو ہو سکتی ہے جو حمائل گردیزی کو زوار احمد سے ہے۔"

"کیا میں زوار احمد کے بنا زندہ رہ سکتی ہوں۔ میں نے بچپن سے اپنے گرد صرف ایک چہرے کو سائبان کی طرح دیکھا ہے۔ جب آگہی نہیں تھی، تب بھی زوار احمد میرا سائبان تھا اور جب آگہی ہوئی تو تب بھی میں نے اس کے سائے میں پناہ لینا چاہی تھی۔" وہ ہونٹ چبانے لگی۔

ہم محبت میں بھی توحید کے قائل ہیں فراز
ایک ہی شخص کو محبوب بنائے رکھنا

"میرے پاس تو بس زوار احمد ہی ہے رومیہ درّانی! تمہارے پاس تو بہت سے رشتے ہوں گے جو تمہارے دل کے قریب ہوں گے۔ میرے دل نے تو بس ایک ہی شخص سے رشتہ جوڑا ہے۔ جو دل میں بستے تھے، وہ سب فراق رت مقدر کر گئے مگر کسی ایک کو تو دل سے جڑا رہنے دو۔ یہاں اس محل جیسے گھر میں، بہت اپنوں کے درمیان ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات میں تنہا ہوں۔ اتنے چہروں میں کوئی چہرہ اپنا اور مانوس نہیں لگتا۔ حتیٰ کہ اپنے سگے باپ سے بھی اتنے فاصلوں پر ہوں۔ گو کہ وہ اتنی محبت جتاتے ہیں مجھ سے مگر مجھے سب مصنوعی لگتا ہے۔ یہاں تو سب کچھ مصنوعی ہے۔ چہرے، لہجے، لوگ اور ان کی محبتیں۔ ایک وہ احسن گردیزی ہے جو مجھ سے محبت کا دعوا کرنے لگا ہے۔ درحقیقت جسے محبت کے ہجے بھی نہیں آتے۔"

وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اسے ارسلان گردیزی کی آمد کی خبر ہی نہیں ہو سکی۔ وہ اس کی لرزتی پلکوں کے اضطراب کو دیکھتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

"تم یہاں پہ آ کر شاید خوش نہیں ہو۔" وہ بے ساختہ چونک گئی۔ مژگان پہ اٹکا آنسو گال پہ پھسلتا چلا گیا۔

"آپ۔۔۔ آپ کب آئے؟" اس نے دوپٹے سے زور سے رگڑا۔

"جب تم کسی اور جہاں میں پہنچی ہوئی تھیں۔" وہ مسکرائے تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

"ویسے جو ہمارے درمیان ابھی تک اجنبیت کی دیوار حائل ہے، میں یہ پوچھنے کا حق تو نہیں رکھتا کہ تمہارے ان آنسوؤں کی وجہ کون ہے؟ لیکن بیٹا! میں ایک باپ ہونے کا فرض ضرور نبھانا چاہتا ہوں۔" وہ کچھ پل کے لیے اسے دیکھتے رہے۔

"تم انیس برس اپنے ننھیال میں رہی ہو۔ مجھ سے زیادہ تم پر ان کا حق تھا۔ آنٹی نے اسی سلسلے میں مجھے بلوایا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ میں اس موڑ پر آ کر تمہیں ایک بار باپ کی طرح اپنے گھر سے وداع کروں لیکن وقت نے انہیں مہلت نہیں دی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ تمہارے بارے میں کیا سوچتی تھیں مگر بات اگر زوار احمد کی ہے تو بے شک وہ اچھا لڑکا ہے۔"

وہ سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔ کیا وہ وہی کہنے لگے تھے جو وہ سننا چاہتی تھی۔

"لیکن وہ فنانشلی طور پر اسٹرونگ نہیں ہے، اس کا اکیڈمک ریکارڈ اچھا ہے۔ وہ بہت آگے جا سکتا ہے۔ تاہم ابھی اس کے لیے بہت وقت درکار ہے۔ احسن گردیزی تمہارے تایا کا بیٹا۔۔۔"

"تو کیا یہ احسن گردیزی کی وکالت کرنے آئے ہیں۔" اس نے پھر سے سر گھٹنوں پہ گرا دیا۔

"وہ ایک کامیاب ڈاکٹر ہونے کے ساتھ اسٹرانگ بیک گراؤنڈ رکھتا ہے۔ اس کے پیرنٹس بھی تمہیں پسند کرتے ہیں۔ کل اس نے مجھ سے۔۔۔ وہ تمہیں پرپوز کرنا چاہتا ہے۔"

بالآخر بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی۔

"زوار کے مقابلے میں اس کا فیوچر بہت شاندار ہے لیکن فیصلہ تو بہرحال تمہیں ہی کرنا ہے۔" وہ اپنی بات کہہ کر اٹھ گئے، وہ تیز ہوا سے سرسراتے پتوں کی سرگوشیاں سنتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"آپ کو کسی کا دل رکھنا نہیں آتا لیکن میں اس ہنر سے واقف ہوں۔" گرے سینٹروپلس کا ڈور کھولتے ہوئے اس نے ایک گہری نگاہ سیاہ لباس میں بے زار صورت لیے حمائل گردیزی پہ ڈالی۔

"جی ہاں، میں جانتی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتی نیچے اتر آئی۔

"مانا کہ طنزیہ گفتگو آپ کی ہابی ہے لیکن پلیز آج کے دن پرہیز کریں۔"

"کیوں، آج کے دن کیا خاص بات ہے؟" دوپٹہ دروازے میں ہی پھنس گیا تھا، اس نے جھنجلا کر کھینچا تو احسن نے دروازہ کھول کر دوپٹہ نکال دیا۔

"آج ویلنٹائن ڈے ہے۔" وہ بہت جذب سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"واٹ ربش۔ میں ان فضولیات کو نہیں مانتی۔" وہ اس کی گہری نگاہوں سے خائف ہونے لگی۔

"لیکن میں مانتا ہوں۔" اس نے حمائل کا ہاتھ تھاما تو اس نے یوں چھڑایا گویا کرنٹ لگا ہو۔

"میں تمہارے ساتھ آ گئی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنی حد پار کرو۔ پاپا اور زوبی آنٹی وہاں موجود نہیں ہوتے تو میں کبھی بھی تمہارے ساتھ نہیں آتی۔"

"تم کون سی دنیا سے آئی ہو؟" وہ جھنجلا گیا۔

"میں جس دنیا سے بھی آئی ہوں تم اپنی حد میں رہا کرو۔" مارے غصے کے وہ ادب لحاظ سب بھول گئی۔

"ابھی تو حد میں تو میں ہوں ڈیئر!" وہ ہولے سے مسکرایا۔ "اینی وے۔ اب یہیں پہ کھڑے رہنا ہے یا اندر بھی چلو گی۔ اسپیشل پارٹی رکھی گئی ہے۔" وہ گلاس ڈور کھول کر اندر داخل ہوا تو وہ بھی مجبوراً اس کے پیچھے چلی آئی۔ ارسلان گردیزی مسلسل تین چار دنوں سے اس کی برین واشنگ کر رہے تھے۔ وہ زوار احمد کے نام دل کا انتساب نہ کر چکی ہوتی تو شاید اس کی طرف ملتفت ہو بھی جاتی کیونکہ بظاہر احسن گردیزی کی

شخصیت میں کوئی خامی نہ تھی۔

اندر کا ماحول بھی اس کی بیزاری کو دور نہیں کرپایا۔ گو کہ آرکسٹرا کی خوب صورت دھن گلابوں کے بے شمار بکے اور ہنستے مسکراتے کپلز ماحول کو کافی "دلکش" بنا رہے تھے مگر وہ یونہی کوفت بھرے انداز میں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"کیا لوگی؟" احسن قدرے اس کی طرف جھک کر پوچھ رہا تھا۔

"اس وقت تو میرا زہر کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔" نہایت "روشن خیال" قسم کے کپلز کی بے ہودہ حرکتیں اس کی برداشت سے باہر تھیں۔ احسن بے اختیار ہنس دیا۔

"آئی ایم سوری۔ یہ نایاب شے فی الحال یہاں موجود نہیں ہے۔ ویسے اگر تمہارا مرنے کا ارادہ بن رہا ہے تو مجھ پہ مرمٹو۔" قریب سے گزرتے ویٹر کے ہاتھ میں تھامی ٹرے سے مشروب اٹھاتے ہوئے وہ دلکشی سے مسکرا رہا تھا۔

"تم..." وہ تنفر سے رخ موڑ کر گلاس ڈور سے باہر دیکھنے لگی اور وہی لمحے قیامت بن کر اس پر ٹوٹے تھے۔ ایش گرے ٹوپیس میں بلاشبہ وہ زوار احمد ہی تھا۔ بلیک گاگلز پہنے وہ موبائل پہ بات کرتا ہمیشہ کی طرح شاندار اور ناقابلِ تسخیر لگ رہا تھا اور اس کے عقب سے نکلتی رومیہ درّانی، ڈیپ ریڈ اسٹائلش سے سوٹ میں کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔ کتنا بھرپور منظر تھا۔ وہ اگر مزید ان کی طرف دیکھتی رہتی تو شاید اپنا ضبط کھو بیٹھتی، وہ سرعت سے اٹھی۔

"کیا ہوا؟" احسن جو میوزک انجوائے کر رہا تھا، یکلخت اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر بوکھلا گیا۔ "آر یو اوکے حمائل؟"

"میں گھر جانا چاہتی ہوں۔" اس کا لہجہ بھرانے لگا تھا۔

"مگر یوں اچانک، ہوا کیا؟"

"کچھ نہیں، بس میں گھر جا رہی ہوں۔" وہ دروازے کی سمت بڑھی۔

"مگر یار! ابھی تو ہم آئے ہیں؟"

"پلیز تم انجوائے کرو پارٹی، میری طبیعت صحیح نہیں ہے۔" وہ پلکیں کو جھپکتی باہر نکل آئی اور تیز تیز قدموں سے چلتی گاڑی تک پہنچی اور اسی لمحے زوار احمد نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"حمائل..." وہ خوشگوار حیرت کے ساتھ اس کی طرف بڑھا مگر رستے میں ہی رک گیا۔

"حمائل! یار بتاؤ تو سہی۔ یوں اچانک...." ایک خوش شکل سا نوجوان پریشان صورت لیے اس کے پیچھے بھاگا آیا تھا۔ حمائل گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

"تم مجھے گھر چھوڑ کر آؤ گے یا میں ٹیکسی کرلوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں اس نوجوان سے کہہ رہی تھی۔

"ہائے احسن! مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ تم ہو۔" ایک بے حد الٹراماڈ لڑکی بے تابی سے احسن کی طرف بڑھی تو حمائل کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ تیر کی طرح گاڑی سے نکلی۔

"حمائل! میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" زوار احمد نے جلدی سے آگے بڑھ کر لیا تھا۔

"شکریہ، میں آپ سب کی اصلیت دیکھ چکی ہوں۔" وہ دانت پیستے ہوئے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی اور وہ سب ہکا بکا کھڑے رہ گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ اگر مل کے بچھڑتا تو کوئی بات بھی تھی
جس کو پایا ہی نہیں اسے کھونا کیسا؟

بے تحاشہ بھاری ہوتے سر کو انگلیوں سے دباتے ہوئے اس نے ویلوٹ کا بھاری پردہ سرکا کر باہر جھانکا۔ زرد دھوپ شام کی سفیدی میں ڈھل چکی تھی۔ وسیع آسمان پہ بھاگتے دوڑتے سفید روئی کے گالوں جیسے بادل آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ شوخ و شنگ ہوائیں اس کے چہرے کے اطراف میں بکھرے بالوں سے چھیڑ خانی کرنے لگی تھیں۔ سامنے لان میں اس کے تایا اور آنٹی زوسیہ شام کی چائے سے لطف اندوز

ہو رہے تھے۔ بہت دنوں بعد اس نے انہیں ایک ساتھ دیکھا تھا۔ قدرے فاصلے پر موبائل سے کھیلتا مونس اور صبح کے باسی اخبار کو انہماک سے پڑھتی ورشہ... اس وسیع و عریض دیدہ زیب محل جیسے گھر میں ہر شخص اپنی ذات میں تنہا بہت مطمئن اور پُرسکون زندگی جی رہا تھا۔ مضطرب و بے چین تھی تو بس ایک اس کی روح... پتہ نہیں کیوں اسے اپنا آپ پراسرار حویلی میں بھٹکتی ہوئی روح جیسا لگتا تھا۔

"اور اب میں نے تمام عمر اس محل میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔" تھکی ہوئی پژمردہ نگاہیں آسمان پہ اڑتے پرندوں پر جم گئی تھیں۔ "میں نے تمام تر ذہنی آمادگی کے ساتھ خود کو اس فیصلے پر راضی کیا ہے تو دل میں ویرانیاں کیوں اتر آئی ہیں؟" اپنے من میں پھیلے خاموش اور جامد سناٹے نے اسے مزید دکھی کر دیا۔

"زوار احمد کی زندگی میں تو میں کہیں پر تھی ہی نہیں۔ محبت کتنی خوش گمان ہوتی ہے۔ کتنے بے بنیاد مفروضوں سے دل کو بہلاتی رہتی ہے اور اب جبکہ وہ رومیہ درّانی کو اپنی زندگی میں ایک خاص مقام دے چکا ہے تو مجھے اپنی محروم تمنا کو یوں رائیگاں نہیں کرنا۔ محبت بے بس ضرور کر دیتی ہے، بے حس تو نہیں بناتی۔"

اسی لمحے اس کا سیل فون تواتر سے بجنے لگا تھا۔ اسے ایسی "سہولیات" کا قطعی شوق نہیں تھا مگر جس کلاس میں وہ آگئی تھی، وہاں یہ ہر شخص کی مجبوری تھی۔ اسکرین پہ جگمگاتا نمبر اجنبی تھا۔ اس نے ریسیو کیا۔

"کل تم کیا ہوا تھا تمہیں۔ میں حیران ہی تو رہ گیا تھا۔ اتنی ال مینرڈ تو تم کبھی بھی نہیں تھیں۔" زوار احمد کی گمبھیر آواز گونجی تو وہ سن سی بیٹھی رہ گئی۔

"اتنی بے بس بھی میں کبھی نہیں تھی۔"

"کیا ہوا، بول کیوں نہیں رہی۔" اسے تشویش ہوئی۔

"میرے پاس الفاظ ختم ہوچکے ہیں۔"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ میں آج "گردیزی ہاؤس" میں آنے والا ہوں۔ روبینہ آنٹی اور بلال انکل کے ساتھ۔"

"ایک بار پھر میری ناتمام حسرتوں کا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں نہیں جانتا کہ ارسلان انکل میرے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، اس لیے ان کے فیصلے کا بھی علم نہیں لیکن تمہیں تو میں جانتا ہوں نا۔"

"کب... آپ نے کب جانا مجھے؟" وہ آنسوؤں پر بمشکل بند باندھتے ہوئے چلائی تھی۔

"بہت پہلے سے۔" غالباً وہ مسکرایا تھا۔ "اگر ارسلان انکل نے تمہاری رائے کو اہمیت دی تو آئی ہوپ پرپوزل ریجیکٹ نہیں کریں گے۔"

"پرپوزل... کس کا پرپوزل؟"

"کیا ارسلان انکل نے تم سے ذکر نہیں کیا۔ لاسٹ سنڈے روبینہ آنٹی اور بلال انکل آئے تھے میرا پرپوزل لے کر۔" اسے حیرت ہوئی تھی۔

"انہوں نے مجھ سے ذکر کیا تھا شاید لیکن اب بہت دیر ہوچکی ہے۔ میں احسن گردیزی کے لیے ہاں کہہ چکی ہوں۔"

"ایسا کیسے کرسکتی ہو تم؟" وہ چلا اٹھا۔

"میں ایسا کرچکی ہوں۔"

"حمائل! پاگل ہوگئی ہو تم۔"

"شاید... لیکن آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، آپ کی زندگی میں تو رومیہ درّانی موجود ہے تو پھر حمائل گردیزی کی جگہ کہاں بچتی ہے۔"

"کس قدر غلط سوچتی ہو تم۔" وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ فون بند کرچکی تھی پھر اس کے بعد کتنی ہی دیر تک بیل ہوتی رہی مگر وہ تکیے پہ سر رکھے بے آواز روتی رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

بلیک ٹائٹ جینز اور شرٹ میں ملبوس حمائل گردیزی نے اپنے اسٹریکنگ شدہ بالوں میں سیاہ گاگلز پھنسا کر اس کی طرف دیکھا۔

"پلیز، اب تو اس کھٹارا سے جان چھڑالو۔ کہیں نہ

کہیں دھوکہ دے ہی جاتی ہے۔"

"ہاں، سوچ تو میں بھی رہا ہوں۔" اگنیشن میں چابی گھما کر اس نے آخری کوشش کی مگر گاڑی ہلکا سا کھانس کر خاموش ہو چکی تھی۔

"اوہ۔۔۔" اس نے اسٹیئرنگ پہ ہاتھ مارا۔ "ورک شاپ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ میں کسی مکینک کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔ تم یہیں بیٹھو۔" گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گیا۔

"جلدی آنا۔" وہ ڈیش بورڈ پہ بکھری کیسٹس اٹھا کر دیکھنے لگی پھر بور ہو کر باہر نکل آئی۔

ڈیفنس کے علاقے میں اس وقت اکّا دکّا گاڑیاں ہی نظر آتی تھیں۔ اس نے گاگلز ہاتھ میں لے کر دور سے نظر آتی وائٹ کلٹس پر نظر دوڑائی جس کی غیر معمولی اسپیڈ نے اسے اچنبھے میں ڈال دیا تھا۔

"لگتا ہے خودکشی کا ارادہ ہے۔" اس کے عین قدموں میں کلٹس کے ٹائر چرچرائے تو وہ اچھل کر پیچھے ہٹی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟" مارے اشتعال کے اس کا چہرہ ہو گیا مگر کلٹس سے برآمد ہوتے زوار احمد پر نظر پڑتے ہی وہ ششدر رہ گئی تھی۔

"آپ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔" اس کی بات مکمل ہونے سے قبل وہ اس کا ہاتھ کھینچ کر کلٹس میں دھکا دے چکا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" حیرت کی زیادتی سے اس کی زبان لڑکھڑانے لگی تھی۔

"اغوا کر رہا ہوں تمہیں۔" رسانیت سے کہتے ہوئے وہ گاڑی دوڑا چکا تھا۔

"آپ اس طرح نہیں کر سکتے۔" وہ گاڑی کے لاک پر ہاتھ مارنے لگی۔

"میں ایسا کر چکا ہوں۔" اس نے حمائل کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ اس کی چیخ خاموش فضا میں گونج کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"غور سے دیکھو خود کو آئینے میں اور بتاؤ مجھے۔ یہ لڑکی حمائل گردیزی ہے؟" جھٹکے سے اسے قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے وہ درشتی سے کہہ رہا تھا۔ وہ جو رومیہ درّانی کے الٹرا ماڈ حلیے سے نفرت کرتی تھی، آج خود اس کی جگہ لیے کھڑی تھی۔ مقیش اور تلے کے کام والا میرون دوپٹہ بیڈ پر ہی گر گیا تھا جو الماس نے نکاح کے وقت اسے اوڑھایا تھا۔

"تم شاید دنیا کی پہلی لڑکی ہو جو جینز شرٹ میں دلہن بنی ہو۔" اس کے نازک سے سراپے کو بڑے سے دوپٹے میں چھپاتے ہوئے وہ تاسف سے کہہ رہی تھی۔

"کتنا ارمان تھا تمہیں دولہن بنا دیکھنے کا مگر تمہاری ضد۔۔۔ خیر ولیمے پہ ساری حسرتیں پوری کر لوں گی۔ ولیمہ تو کراچی میں ہی کریں گے زوار بھائی۔"

اور صرف دو گھنٹوں میں ہی وہ حمائل گردیزی سے حمائل زوار احمد بن گئی تھی۔ چار کمروں کا یہ عام سا گھر روبینہ آنٹی کے بھائی کا تھا۔ وہ سب اس کے نکاح کی تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ زوار احمد سیدھا اسی گھر میں لایا تھا اسے۔ وہ اس پر خوب چیخنا چلانا چاہتی تھی مگر اتنے سارے لوگوں کی موجودگی کے باعث اس کے الفاظ اندر گھٹ کر ہی رہ گئے تھے۔ روبینہ اور الماس نے اس کے لیے نکاح کا جوڑا بھی تیار کر رکھا تھا مگر وہ اپنی ضد پر اڑی رہی تھی۔ تھک ہار کر انہوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

"مولوی صاحب آ گئے ہیں آنٹی! اسے باہر لے آئیں۔" وہ مصروف سے انداز میں اندر آیا۔

"تم خود ہی سنبھالو اپنی بیگم صاحبہ کو۔ نہ کپڑے بدل رہی ہے اور نہ زیور پہن رہی ہے۔" روبینہ آنٹی بے زاری سے کہتی باہر نکل گئیں۔

"میں اگر چاہوں تو گن پوائنٹ پر بھی نکاح پڑھا سکتا ہوں، اس لیے شرافت سے وہی کرو جو آنٹی کہہ رہی ہیں۔" کاٹن کے سفید لباس میں ملبوس وہ سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے آپ کے ساتھ شادی نہیں کرنی۔"

"اور میں تم ہی سے شادی کروں گا۔ یہ بات اپنے

دماغ میں اچھی طرح بٹھا لو۔"

"کوئی زبردستی ہے کیا؟"

"تم اگر سیدھے طریقے سے نہ مانیں تو میں زبردستی بھی کر لوں گا۔ الماس دوپٹہ دو اسے۔ میں مولوی صاحب کو اندر لے کر آ رہا ہوں۔" وہ الماس کو اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا اور وہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔

اور پھر نکاح ہوتے ہی مبارک کا شور اٹھا تو اس نے سر اٹھا کر زوار سے گلے ملتے محسن کو دیکھا۔ قبل اس کے کہ وہ بے ہوش ہوتی، وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا پھر پانچ ہزار کا نوٹ اس کی گود میں رکھتے ہوئے جھک کر بولا۔

"اتنی حیرت زدہ مت ہوں، آپ کے بھائی کی حیثیت سے نکاح میں شریک ہوا ہوں۔ یقین مانیں، احسن آپ کے لیے بالکل مناسب نہیں ہے۔ اس لیے اس کا بھائی ہونے کے باوجود میں نے زوار احمد کا ساتھ دیا کیونکہ احسن، زوار کے پاسنگ بھی نہیں ہے۔ وِش یو بیسٹ آف لک۔ آپ کے ولیمہ میں ضرور آؤں گا۔" اس کے سر کو ہولے سے تھپک کر وہ باہر نکل گیا پھر آہستہ آہستہ سب چلے گئے تھے، وہ اسی طرح بیٹھی رہی تھی۔ دو بجے کے قریب زوار اندر آیا تھا۔

"میں تو تمہیں بہت معصوم اور سادہ سی لڑکی خیال کرتا تھا مگر "گردیزی لاج" میں آتے ہی تم ساری سادگی بھول گئیں۔ میرے سیدھے طریقے سے بھیجے گئے پرپوزل کو تم نے ریجیکٹ کر دیا اور اس احسن کے نام کی انگوٹھی پہن کر بیٹھ گئیں جس کی آوارہ فطرت کا ہر کوئی گواہ ہے اس شہر میں۔ بولو کیا کمی تھی مجھ میں جو تم نے احسن گردیزی کو زوار احمد پر فوقیت دی۔" اس کے کندھوں میں اس کی سخت انگلیاں چبھنے لگی تھیں۔

"مجھ میں کیا کمی تھی زوار احمد جو تم رومیہ درّانی۔۔۔" اگلے ہی پل وہ بے ہوش ہو کر اس کے ہاتھوں میں جھول چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

عمران ڈائجسٹ کے وہ مقبول سلسلے
جن کا آپکو بےچینی سے انتظار تھا
اب کتابی صورت میں شائع ہو گئے ہیں

مہارانی ایک جمارن کی کہانی جس نے تہلکہ مچا رکھا تھا، کوئی بھی اُس کے داؤ سے بچ نہ سکتا تھا، ۳ حصوں پر مشتمل ہے،

نروان کی تلاش غضب ڈھا دینے والا ایک پُراسرار سلسلہ، کتابی شکل میں آتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گیا، نیا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے، ۱۴ حصوں پر مشتمل،

سلابو ۲ حصوں پر مشتمل ایک زبردست کتاب، ضرور پڑھیئے،

پُراسرار علوم کا ماہر ایک پُراسرار شخص کی داستان اس کی اپنی زبان سے، مکمل کتاب

چمپا کلی مہارانی کی طرح چمپا کلی نے بھی جانے کتنوں کو تباہ کر دیا اور کیا کیا گل کھلائے۔ مکمل ایک کتاب،

مہاراجہ وہ شیر سے زیادہ خوفناک تھا، ایک عبرتناک داستان، ضرور پڑھیئے۔ ایک کتاب میں مکمل،

مکتبہ عمران ڈائجسٹ ۳۷۔ اردو بازار کراچی

"کیا تم واقعی اتنی بے وقوف ہو جتنی نظر آتی ہو یا اس سے بڑھ کر ہو۔" کافی کا مگ اس کے سامنے رکھتے ہوئے وہ شرارت سے بولا۔

"آپ زیادہ بقراط بننے کی کوشش مت کریں۔ میں نے وہی سوچا جو دیکھا تھا۔ رومیہ درانی کے علاوہ بھی کوئی لڑکی آپ کی زندگی میں اتنی اہمیت حاصل کرپائی ہے کیا؟"

"ہاں ہے نا" ایک احمق اور زمانے بھر کی معصوم، درحقیقت گھنی لڑکی جو اس وقت میرے سامنے ہے۔"

"مگر آپ اس قدر روڈلی بی ہیو کرتے تھے میرے ساتھ۔" اس نے کہا تو وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

"وہ اس لیے کہ قبل از وقت ہی تم سنہرے خواب اپنی پلکوں پہ ٹانکنا نہ شروع کردو۔ بابا اور امی کی ڈیتھ کے بعد میں اپنی ذات میں اسی لیے سمٹ گیا تھا کہ اب ہمارے درمیان وہ حوالہ نہ رہا تھا جس کی بنا پر ہم نئے سرے سے اپنے رشتے کی بنیاد رکھتے۔ لڑکیاں بہت جذباتی ہوتی ہیں۔ پل بھر میں ہی خوابوں کے محل کھڑے کرلیتی ہیں۔"

"آپ کو بڑا تجربہ ہے لڑکیوں کا۔" وہ چڑی۔

"تم ہونا تجربے کروانے والی۔ یہ تو میں بہت پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کالج لائف شروع ہوتے ہی تم خود کو بہت بڑا سمجھنے لگی تھیں اور اوپر سے تمہاری فضول دوستیں۔ انہوں نے ہی تمہیں بہت پہلے اس راستے پر ڈال دیا جس پر چلنے کے لیے ابھی تمہیں ــــ ہنر سیکھنا تھا۔ میں تم سے اس لیے اتنی بیگانگی برتتا تھا کہ تم میری طرف سے بدگمان رہو۔ یہی ہم دونوں کے لیے بہتر تھا۔ جب بابا اور امی کی ڈیتھ ہوئی اس وقت تم بچی تھیں، میں نہیں تھا۔ ان ہی دنوں امی نے تمہیں ایک نئے حوالے سے متعارف کروایا تھا۔ اس وقت میری جھنجلاہٹ فطری تھی۔ گوکہ وہ تمہیں اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں لیکن تم خود سوچو، اس وقت تم محض آٹھ برس کی تھیں۔ میں ان کی بات کو بھول بھال گیا مگر تم ہر وقت میرے سامنے حقیقی تصویر بنی موجود رہتیں، اس لیے میں نے تم سے بے رخی برتنی شروع کردی۔ مانتا ہوں، میرا طریقہ غلط تھا۔ بکھری ہوئی تو تم تھیں، تاہم سولہ سترہ سال کے جذباتی نوجوان سے اس بات کی توقع کرسکتی ہو لیکن میں تم سے غافل کبھی نہیں ہوا۔ تمہاری ضروریات اور اسکول رپورٹس میں ہر بات سے باخبر رہتا تھا پھر جس طرح میں نے تمہیں نظرانداز کرنا شروع کیا، بالکل اسی طرح تم نہایت خاموشی سے میرے اندر جگہ بناتی چلی گئیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں نے شروع ہی صرف ایک لڑکی کے متعلق سوچا۔ تم نے اس کے علاوہ کبھی سوچنے دیا ہی نہیں مجھے۔ پھر رومیہ درانی میرے دل میں وہ مقام کیسے حاصل کرتی جو میں تمہیں دے چکا تھا۔ کرنل درانی بابا کے بہت اچھے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ بابا کے ساتھ میں بھی اکثر ان کے گھر چلا جایا کرتا تھا۔ وہیں میری فریدون اور رومیہ سے دوستی ہوئی۔ ایم بی بی ایس کے بعد فریدون اسپشلائزیشن کے لیے انگلینڈ چلا گیا تو میں اور رومیہ رہ گئے۔ رومیہ میری کلاس فیلو تھی۔ ہم دونوں نے مل کر "بریلینٹ اکیڈمی" شروع کی تھی اور اب جبکہ وہ شادی کے بعد لاہور شفٹ ہوگئی تو ایک ایسی ہی اکیڈمی لاہور میں کھولنا چاہتی تھی۔ یہاں اس کا اشتراک تھا اور وہاں میرا اشتراک۔ میں پچھلے ایک ماہ سے لاہور میں اسی لیے تھا۔"

بدگمانیوں کی دبیز دھند لحظہ بہ لحظہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹتی جارہی تھی۔ کافی کا خالی مگ ٹیبل پر رکھ کر وہ اس کی طرف مڑی۔

"اچھا... وہ جو آپ نے مجھے یہاں سے نکالا تھا وہ... اور میرے چہرے پر اتنی زور سے تھپڑ بھی مارا تھا۔"

"اگر میں تمہیں احمق کہوں تو تم ناراض ہونے لگی ہو۔ اچھا گھورو مت۔ خود سوچو، جب تک دادو زندہ تھیں، تب تک تو ٹھیک تھا پھر اس کے بعد میں اور تم اس گھر میں بغیر کسی شرعی رشتے کے کیسے رہ سکتے تھے۔"

"اوہ..." اس نے ندامت سے لب چبا ڈالے۔

"جب تک میں تمہیں غصہ نہ دلاتا تم نے ماننا ں تھا۔ میں تمہیں ہاسٹل بھجوانا چاہتا تھا، تم نہیں یں۔ روبینہ اور فاطمہ آنٹی کے گھر پہ رہ کر ایگزام نے کا کہا تھا تو تم ہتھے سے اکھڑ گئیں۔ ایگزامز کے بعد ں نے یہی کرنا تھا جو ابھی کیا ہے۔ یعنی سیدھا سادا ح۔ بس میں یہ چاہتا تھا کہ تم بغیر کسی ڈسٹربنس کے سکون ہو کر ایگزامز دو لیکن تم نے غلط قسم کا قدم اٹھایا رنا بتائے ایک ماہ تک اپنی کالج فرینڈ آئمہ کے گھر پر یں۔ دو دن تمہیں پاگلوں کی طرح ڈھونڈنے کے بعد ں پتہ لگا چکا تھا کہ تم کہاں ہو۔ تمہاری فرینڈ کی فیملی ھی تھی۔ اس کے والد دبئی میں ہوتے ہیں اور وہ تین بیٹیاں۔ میں مطمئن ہو کر تمہیں تمہارے حال پر وڑ چکا تھا اور ایگزامز کے ہفتہ بھر بعد مجھے پتہ چلا کہ تم نے پاپا کے پاس لاہور چلی گئی ہو تو میں بہت حیران ہوا۔ تم سے ملنے گیا تو تم نے اپنی سنائیں، میری کچھ سنی نہیں۔

پھر میں نے روبینہ آنٹی اور بلال انکل کو لاہور بلوایا وہ ارسلان انکل کے پاس میرا پرپوزل لے کر یں۔ انہوں نے کہا کہ تم سے پوچھ کر فیصلہ کریں گے اور تمہارے فیصلے نے جو مجھے شاک پہنچایا، وہ بیان باہر ہے۔ تمہیں ایک بار کہا تھا نا کہ میں اپنی چیز ی کو نہیں دیتا۔"

"میں کوئی چیز نہیں ہوں۔" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"میری تو ہو اور بعد کی باتیں تم جانتی ہو۔ محسن ت اچھا لڑکا ہے۔ اس نے مجھے سپورٹ کیا اور ارے پاپا تو مجھ پر اغوا کا کیس کرنا چاہتے تھے۔ محسن ہی انہیں روکا تھا، یہ کہہ کر کہ تم اپنی مرضی سے ی ہو میرے ساتھ اور پھر تمہارا فیصلہ جان کر وہ وش ہوگئے۔ تمہارے فون نے ان کے رہے سہے شات کو بھی دور کردیا اور اب تو وہ ہمارے ولیمہ کی ب میں شرکت کے لیے بھی تیار ہیں۔"

"ہاں، پاپا کہہ رہے تھے کہ جب انہوں نے مجھے ل حق دیا ہی نہیں تو وہ لے کیسے سکتے ہیں۔ وہ مجھ ے ناراض نہیں ہیں کیونکہ وہ جان گئے ہیں کہ میں نے ذہن مڈل کلاس کا پایا ہے اور اپر کلاس میں ایڈجسٹ نہیں کرسکتی۔ میں نے خود کو بدلا تھا تو صرف آپ کو جلانے کے لیے کہ میں رومیہ درانی سے کم نہیں ہوں۔"

"ہاں، واقعی تم کسی سے کم نہیں ہو۔ میں نے کیا کچھ سوچا تھا اپنی شادی کے لیے اور تم نے کیا ایڈونچر بنادیا۔"

"اور آپ نے نانو سے کیا کہا تھا کہ آپ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے۔" اسے اچانک یاد آیا۔

"اوفوہ۔ تمہاری بدگمانیوں کی کوئی حد ہے بھی کہ نہیں۔ میں نے شادی سے انکار نہیں کیا تھا۔ اس وقت شادی سے منع کیا تھا کیونکہ میں تمہیں میچور نہیں سمجھتا تھا۔ تم اس وقت ازدواجی زندگی کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتی تھیں۔ ویسے مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم چوری چوری دوسروں کی باتیں بھی سنتی ہو۔"

"جی نہیں، وہ محض اتفاق تھا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ویسے تو تم کہتی تھیں کہ میری جان نہیں چھوڑو گی پھر چھوڑ کیوں رہی تھی؟"

"آپ نے مجھے تھپڑ نہ مارا ہوتا تو واقعی نہیں چھوڑتا تھی۔" وہ کھلکھلائی۔

"کوئی اور شکایت رہ گئی ہو تو وہ بھی کرلو۔ تھوڑی دیر بعد پھر کچھ یاد آجائے گا۔"

"تو کیا ہوا۔ اب تو آپ مجھے گھر سے نہیں نکالیں گے نا۔ جب یاد آئے گا، شکایت کرلوں گی۔"

"گھر تو کیا، تم اس دل سے بھی کبھی نہیں نکلیں۔" اس نے محبت سے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"اونہہ... ڈائیلاگ۔ سب کچھ کرکے اب کتنے معصوم بن رہے ہیں۔"

"بس اب لڑائی ختم۔" اس نے گھورا تو وہ ہنستی چلی گئی۔ دلوں سے کدورتیں مٹنے کے بعد منظر کتنا شفاف اور خوبصورت ہوگیا تھا۔ زوار اسے بے تحاشا ہنستے دیکھ کر مسکرا دیا۔

★